تنہائی

از قلم

شاہ نور شبیر

NOVEL HUT

All rights are reserved by the author , you can't copy or

steal any of the scenes written in this novel .

If you do so, serious action will be taken .

JazakAllah

NOVEL HUT

پیش لفظ

اسلام علیکم ! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔تنہائی۔ میری دوسری تحریر ہے ، جو آپ سب کے سامنے آرہی ہے۔

امید کرتی ہوں آپ کو پسند آئے۔

NOVEL HUT

شہر: روات۔۔

وقت: رات دس بجے۔۔

سردیوں کی بہت سی سرد راتوں میں وہ ایک سرد ترین رات تھی۔ " دیکھو تم نے جیسا کہا میں وہ سب کر چکا ہوں۔ اب اپنا وعدہ پورا کرو اور مجھے یہاں سے جانے دو!" وہ بے خوف ہو کر مقابل کھڑے دو بندوں کو اپنی بات سمجھاتا بولا۔ اس کی آخری بات پر ان میں سے ایک کا منہ بگڑا۔ " او!! تو تمھیں یہاں سے جانا ہے؟ سنا عباس آفندی تم نے۔۔۔اسے یہاں سے جانا ہے!! تو آؤ پھر۔۔۔اسے یہاں سے نکالتے ہیں!" وہ کہتا آگے بڑھا اور گن اس کے ماتھے پر تانی۔

کمرے کے باہر ایک لمبی راہداری تھی۔ جہاں سے کوئی نسوانی وجود اندر جھانک رہا تھا۔ "ٹھاہ!!!" گولی کی زبردست آواز گونجی اور وہ آدمی بے دم ہو کر زمین پر گرا۔۔۔

"آہ!!!" سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے منہ سے بے اختیار چیخ برآمد ہوئی تھی جسے وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر دبا گئی۔۔۔

"کون ہے وہاں!!" عباس چلا کر بولا تو اس کا ساتھی دروازے تک آیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ واپس اندر آیا اور گارڈز کو اس کے پیچھے بھیجا۔" اس بلڈنگ میں لڑکی ہے۔ مجھے وہ یہاں چاہیے!!!" وہ غرایا تو گارڈز باہر کو بھاگے۔۔

رات کی تاریکی کے سائے ہر طرف پھیل چکے تھے۔ ایک چھوٹی عمارت کے عقبی حصے کے دروازے کی اوٹ میں وہ خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتی، سانس روکے بیٹھی تھی۔ اسے یہاں سے بھی عمارت کے

اندر پھیلا پراسرار سناٹا خوف زدہ کر رہا تھا۔ اچانک ہی وہ عقبی دروازہ کھول کر چار، پانچ گارڈز عمارت سے باہر نکلے تھے۔ اس نے خوف سے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں تھیں۔ "تم اس طرف جاؤ، اور تم میرے ساتھ اس طرف آؤ!" گلی کے اختتام پر پہنچ کر ان میں سے ایک سب کو ہدایت دیتا، گلی کا موڑ پار کر گیا۔ اس نے اپنی اٹکی ہوئی سانسیں بحال کیں اور وہاں سے اٹھتی، دبے قدموں گلی پار کرتے غائب ہو گئی۔۔۔

"کیا مطلب ہے تمھارا وہ نہیں ملی! اسے ڈھونڈ کر لاؤ۔۔۔زندہ یا مردہ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا!"

وہ سیاہ تھری پیس میں اپنے سامنے کھڑے گارڈز پر دھاڑ رہا تھا۔ جو اپنے کام میں ناکام لوٹے تھے۔ "کیوں اتنا غصہ ہو رہے ہو، علی احمد! وہ ایک معمولی سی لڑکی کیا کر لے گی آخر؟" اس کے ساتھی نے اسے پر سکون کرتے کہا تھا۔ "کیوں غصہ کر رہا ہوں؟" وہ اب کے اس کی بات پر حیران ہوا

تھا۔ " وہ ایک اہم گواہ ہے۔ تمھیں اس بات کا اندازہ بھی ہے کہ اگر وہ ہمارے مخالفین کے ہاتھ لگ گئی تو کیا ہوگا۔۔۔

خان ہماری بوٹیاں نوچ لے گا اگر وہ زندہ یہاں سے باہر گئی تو!!!" وہ طیش سے کہتا ساتھ ساتھ کمرے کے چکر کاٹ رہا تھا۔ جب عباس کے اشارے پر دو آدمی اندر آئے اور اس مردہ وجود کو گھسیٹتے ہوئے باہر لے جانے لگے۔ اس آدمی نے کالے رنگ کی وردی پہن رکھی تھی۔ جس پر لگے بیج پر دو لفظ واضح لکھے نظر آرہے تھے۔ "کرنل گیلانی!" اس کی نظر زمین پر پھیلے خون پر گئی، جس کی وجہ سے پورے کمرے میں عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ "کہاں لے جا رہے ہو اس کو؟" سامنے کھڑے گارڈز سے اس نے پوچھا۔

" تم اس کی فکر مت کرو میں۔ وہ میں سنبھال لوں گا۔" اس کا ساتھی گارڈز کو باہر جانے کا اشارہ کرتے بولا۔ " رہنے دو، عباس آفندی! میں اچھے سے

جانتا ہوں کہ تم کیسے سنبھالو گے۔ " وہ اس سے کہتا اپنے میز کی طرف گیا اور فون پر نمبر ملاتا اسے کان کے ساتھ لگایا۔ عباس اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ معاملہ اس کے بس سے باہر کا لگ رہا تھا۔ جبکہ وہ ایسے بہت سے معاملات بآسانی حل کر چکا تھا۔ " تم لوگوں کے پاس دو دن کا وقت ہے۔ مجھے وہ لڑکی ہر حال میں یہاں چاہیے! اور تم عباس پتا کرو وہ کون تھی اور اس کا گیلانی سے کیا تعلق ہے؟" سب کو ہدایت کرتے اس نے ایک نظر اپنے آفس کی کھڑکی سے باہر دیکھا۔ عین اسی وقت ایک ہیولہ دوسری گلی میں داخل ہوا تھا۔۔۔

NOVEL HUT

وہ بمشکل ان سے بچتے بچاتے اپنے گھر پہنچی تھی۔ اس نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو بحال کیا۔ اس کا باپ مر گیا تھا۔۔۔

اوہ اب وہ کیا کرے گی؟ وہ اس ظالم دنیا میں اکیلی رہ گئی تھی۔۔یہ اس کی زندگی کی وہ پہلی رات تھی جو اس نے رو کر گزاری تھی۔۔وہ اپنی ماں کے مرنے پر بھی اتنا نہیں روئی تھی جتنا کہ اب۔۔۔

اسلام آباد:

آج اس کی شادی کا دوسرا دن تھا اور وہ ابھی سے ہی کاموں میں لگ گئی تھی۔ اس کے سسرال میں صرف دو لوگ تھے۔ ایک اس کا شوہر ارسلان خان اور دوسری اس کی ماں مسرت بیگم۔ ارسلان خان کا باپ پانچ سال پہلے دل کی بیماری کے باعث دنیا فانی سے کوچ کر گیا تھا۔ اور بھی بہت لوگ تھے مگر وہ سب باہر ہوتے تھے۔

NOVEL HUT

محلے کی عورتیں آئی بیٹھی تھیں۔ مسرت بیگم بھی انکے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ مسرت بیگم نے خود کو پچاس کی عمر میں بھی اس قدر فٹ رکھا ہوا تھا کہ وہ جوان لگتی تھی۔

وہ کچن میں کھڑی مہمانوں کے لیے چائے کی ٹرے تیار کر رہی تھی۔ نمکو کی پلیٹ ٹرے میں رکھتے وہ ٹرے اٹھائے باہر چلی آئی۔ " ارے مسرت بہن! مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ آخر خاندان میں لڑکیوں کی کوئی کمی تھی جو تم ایک غیر کو بیا لائی؟ اور وہ بھی دور گاؤں سے۔۔۔ برا مت ماننا مگر کچرا تو پھر کچرا ہی ہوتا ہے۔ چاہے اسے کتنا ہی کیوں نا سجا سنوار کر رکھ لو!" ان عورتوں میں سے ایک نے کہا تو دوسری بھی سر ہلا کر اسکی تائید کرنے لگی۔ وہ اب ان کے سامنے چائے کے کپ رکھ رہی تھی۔ "ہاں! بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔" ان کی بات پر مسرت بیگم نے حقارت سے ایک نظر اسے دیکھا۔

" ارے تو اب میں بھی کیا کرتی؟ خاندان میں تقریبا ہر لڑکی کا ہی ارسلان کے لیے رشتہ آیا ہے۔ اب تم خود بتاؤ کسی ایک کو ہاں کرتی تو باقی سب کو کتنا برا لگتا۔ بس پھر اسی لیے باہر سے کرنی پڑی۔ ویسے کام سارے کر لیتی ہے۔۔" انھوں نے کہتے چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔ اور وہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی۔ وہ ابھی کمرے میں جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ اس کے قدم رکے۔

" آے ہائے! یہ نمک کیوں ڈال دیا اس میں؟ دیھان کہاں ہوتا ہے تیرا آخر!" مسرت بیگم اس پر غرائی تھی۔کیونکہ چائے نمکین تھی۔ " ویسے کہتی تو ٹھیک ہی ہو۔ کچرا آخر کو کچرا ہی ہوتا ہے۔" وہ جواب دیے بغیر ہی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ " ویسے کتنی بدتمیز ہے۔ کوئی جواب دیے بغیر ہی چلی گئی۔" ایک نے ہاتھ اٹھا کر نمکو کے ساتھ انصاف کرتے کہا تو دوسری بھی چائے کا خالی کپ میز پر رکھتے بولی۔" مسرت بہن! مجھے تو لگتا ہے وہ دن دور

نہیں جب وہ آپ کو یہاں سے نکال باہر کرے گی۔" مسرت بیگم اس کی بات پر چونکی۔ " اچھا بہن اب دیر ہو رہی ہے ہمیں چلنا چاہیے !" وہ دونوں کہتے اٹھیں اور اللہ حافظ کہتے چلی گئی۔۔

کمرے میں داخل کو کر اس نے دروازہ بند کیا۔دروازے کے ساتھ اپنی پشت لگائے وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ اور چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ جب ڈریسنگ روم کا دروازہ کھول کر ارسلان خان باہر آیا۔ دروازے پر نظر پڑتے ہی وہ بری طرح چونکا اور ہڑبڑا کر اس کے پاس آیا۔

"کیا ہوا؟ رو کیوں رہی ہو؟" اس نے فکرمندی سے اسے کندھوں سے پکڑتے پوچھا مگر وہ ابھی بھی چہرہ چھپائے رونے میں مصروف تھی۔

"ہاجرہ! کیا ہوا ہے؟" اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے، اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا بولا تو ہاجرہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ سنہری

NOVEL HUT

آنکھیں، بکھرے بھورے بال جو اس وقت ماتھے پر گر رہے تھے۔ چھ

وجیہہ نقوش کے ساتھ وہ ایک شاندار پرسنیلٹی کا مالک تھا۔ فکر مندی سے

پوچھ رہا تھا۔ گہری سیاہ آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھری ہوئی تھیں اور

خود وہ ہچکیاں لے رہی تھی۔

"کیا ہوا ؟" وہ نرمی سے پوچھتا اسے زمین سے اٹھا کر صوفے پر بیٹھا گیا۔

ہاجرہ نے خود کو تھوڑا سنبھالا اور پھر جب بولی تو لہجہ زخمی تھا۔ "

آپ۔۔م۔۔مجھے کچ۔۔کچرے سے لائے ہیں؟" اس کی بات پر ارسلان

خان نے بے اختیار اسے اپنے سینے میں چھپایا۔ "کس نے کہا ایسا؟" اسے

خود میں بھینچے وہ اس کے بال سہلاتا پوچھ رہا تھا۔

" آپ کی امی نے ! " وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بتانے لگی۔ "ان کی

باتوں پر دیھان مت دیا کرو۔ اب چپ کرو ! میں دوبارہ تمہیں روتا ہوا نہ

دیکھوں ! " ارسلان نے کہتے اس کے آنسو صاف کیے۔ وہ چھوٹی سی تو

تھی۔ اس لیے چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی۔ ارسلان نے اسے چپ کروایا۔ وہ اکثر بچوں کی طرح اس کا خیال رکھتا تھا۔ ایک تو وہ چھوٹی تھی اوپر سے بہت پیاری بھی تھی۔ اس نے دوبارہ اسے خود سے لگایا۔ چند پل اسے تھپکنے کے بعد جب وہ پر سکون ہوئی تو ارسلان اسے لیے نیچے چلا گیا۔۔

رات کا کھانا ابھی شروع ہوا تھا جب ارسلان خان کو فون کال موصول ہوئی۔ " ہیلو ! جی۔" ارسلان نے کہا تو آگے سے کچھ کہہ کر لاک کاٹ دی گئی۔

"کون تھا؟" مسرت بیگم کے پوچھنے پر ارسلان نے بتایا

"یاور کی کال تھی۔ وہ لوگ کل صبح تک پہنچ جائیں گے۔"

NOVEL HUT

اگلے دن گھر میں رونق لگی ہوئی تھی ارسلان خان کے تمام چچا اور پھپھو زاد اکٹھے تھے اور ان کا قیام بھی خان منزل میں طویل تھا۔ سارا دن کاموں میں مصروف رہ کر رات کو جب وہ کمرے میں آئی تو تھکن سے اس کا برا حال تھا۔ اسے رونا آرہا تھا۔ اتنا کام اس نے کبھی نہیں کیا تھا اور زرہ زرہ سی غلطی پر بھی اسے ڈانٹ پڑتی تھی۔ اسے اپنا گھر یاد آرہا تھا۔

ارسلان بھی اسکے پیچھے اندر آیا تھا۔

"کیا ہوا؟ تھک گئی؟" ارسلان کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہاجرہ نے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی تو آنکھوں جھلک پڑیں۔ "چلو اٹھو!" ارسلان کے کہتے وہ رونے لگی تھی۔ ارسلان خان نے گہرا سانس بھرا۔ ایک تو اس کی چھوٹی سی بیوی کو بات بات پر رونا آتا تھا۔

"چلو بھی دیر ہو رہی ہے!" اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی کھڑا کیا۔ اس کی چادر ساتھ لیتے کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔

رات کے دس بجے کا وقت تھا۔ ہوائیں بارش کا پیغام دے رہی تھیں۔ بادلوں نے آسمان کو گھیر رکھا تھا۔ ایسے میں خان منزل کی عقبی گلی میں اس وقت صرف دو نفوس موجود تھے۔ہاجرہ یامین اور ارسلان خان۔

ہاتھوں میں بیٹ منٹن کے ریکٹس تھامے وہ کھیل رہے تھے۔ ہاجرہ کے چہرے پر اب کہ تھکن کے کوئی تاثرات نہیں تھے۔ وہ خوش تھی۔ جب ارسلان اپنا شاٹ مس کرتا تو اس کے چہرے پر زندگی کے تمام رنگ بکھر جاتے۔ ارسلان میسمرائیز سا ان رنگوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور یہ وہ لمحہ تھا جب اسے معلوم ہوا کہ وہ ساری زندگی یوں کھڑے ہو کر اسے مسکراتے ہوئے

دیکھ سکتا ہے۔ وہ اپنا ہر غم بھلائے اس کے ساتھ مسکرا رہی تھی۔ جب وہ اپنا کوئی شاٹ مس کرتی تو منہ پھلا کر اسے اس کی غلطیاں گنواتی۔

پوری گلی میں ان کے قہقہوں کی گونج تھی۔ بادل آسمان پر زور سے گرجے تھے۔یوں جیسے ان کے کھلکھلانے پر وہ بھی جشن کا اعلان کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر میں ہلکی بارش شروع ہوگئی۔ اور پھر دھیرے دھیرے تیز ہوتی گئی۔ وہ کھلکھلاتے ہوئے بارش کا مزہ لے رہی تھی تو ارسلان خان نے بھی اس بارش میں اس کا بھرپور ساتھ دے رہا تھا۔ اگر کوئی اور ارسلان خان کو اس طرح دیکھ لیتا تو حیران رہ جاتا۔ وہ چھبس سالہ مرد بہت سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا۔ اس سے بات کرنے سے پہلے لوگ ہزار دفعہ سوچتے تھے۔ وہ خان کمپنیز کا ملک تھا جو رات کے اس پہر اپنی بیوی کے ساتھ بچہ بنا ہوا تھا۔۔۔

روات:

"ہاں عباس ! دو دن ہو گئے۔ کہاں ہے وہ لڑکی؟" علی احمد اپنی پاور چئیر پر بیٹھتا عباس سے پوچھ رہا تھا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ "وہاں کوئی۔۔کوئی نہیں تھا۔ ہمارا وہم تھا وہ۔" عباس کمزور لہجے میں بولا۔ علی احمد نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر گہرا سانس بھرتے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ "تم اور میں یہ بات اچھے سے جانتے ہیں کہ اس رات وہاں کوئی تھا۔" اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے اس نے بغور عباس کو دیکھا۔ "اور یہ بات خان تک پہنچ چکی ہے۔ آگے کیا ہو سکتا ہے تم اس سے بے خبر نہیں ہو!" وہ سخت لہجے میں بولتا واپس اپنی پاور چئیر پر جا بیٹھا۔ "پتا کرو گیلانی کے خاندان میں کون کون ہے۔ لوکیشن نکل آئے گی۔ لڑکی زات ہے کہاں جا سکتی ہے!"

وہ کہتا اپنے کام میں مصروف ہوا تو عباس بھی سر ہلاتا باہر کو نکل گیا۔۔۔

اسلام آباد:

گھر آئے مہمان بس ایک دن کے ہی مہمان تھے۔ اگلے دن ہی وہ خود خان منزل کے ماحول کے مطابق ڈھال چکے تھے۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ مرد حضرات نے خان کمپنیز کا دورا کرنا تھا۔ اور خواتین شاپنگ پر تھیں۔ گھر کی رونق ماند پڑ گئی تھی۔ مسرت بیگم نے بھی سارا دن اسے کاموں میں الجھا کر خوب تھکایا تھا۔۔۔

ماضی:

بن یامین پوری خیر پور بستی کا شریف آدمی تھا۔ وہ اس بستی کا بہترین گھرانہ تھا۔ اس لیے نہیں کہ ان کے پاس روپے کی ریل پیل تھی

بلکہ اس لیے کہ اس گھرانے میں محبت اور سکون تھا۔ جو زندگی کی ڈھیر پریشانیوں کے باوجود بھی وہ سب اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔۔

بن یامین کی کل کائنات اس کی بیوی گل مینے اور دو بچے، ہاجرہ اور عبدالرحمن تھے۔ بن یامین خود تو مزدور تھا مگر اس نے اپنے دونوں بچوں کو اچھی تعلیم دلوائی تھی۔ چونکہ بستی سے شہر بہت دور پڑتا تھا تو بستی میں واقع ایک ایجنسی میں اس نے اپنے دونوں بچوں کا داخلہ کروا دیا تھا۔ ہاجرہ اور عبدالرحمن بلا کے ذہین بچے تھے۔ اپنی اسی ذہانت کی وجہ سے وہ دونوں ہی بہت کم عرصے میں پوری بستی میں مشہور ہو چکے تھے۔

گل مینے کبھی کبھار گھبرا جاتی مگر بن یامین بچوں کی طرف سے مطمئن رہتا تھا۔ ایجنسی کا مالک کرنل گیلانی نہ صرف بن یامین کا اچھا دوست تھا بلکہ گل مینے کا بھائی بھی تھا۔ اس کے باوجود ان دونوں میاں بیوی نے کرنل گیلانی

سے کبھی کوئی مدد نہ لی تھی۔ وہ اپنے دونوں بچوں کی فیس وقت پر ادا کرتے تھے۔

عبدالرحمن شروع سے ہی کرنل گیلانی سے خار کھاتا تھا جبکہ ہاجرہ کی اس کے ساتھ اچھی بات چیت تھی۔ عبدالرحمن نے کبھی ہاجرہ کو کرنل گیلانی سے بات کرنے سے منع نہیں کیا تھا۔۔۔

ان کی پسندیدہ جگہ بستی میں خان بابا کا کھیت تھا۔ اس پورے کھیت میں ایک اکیلا ہی درخت لگا تھا۔ جس پر ہاجرہ نے عبدالرحمن کو ڈانٹ پر وا کر جھولا لگوایا تھا۔۔۔

NOVEL HUT

ہاجرہ اکثر ایجنسی سے واپسی پر وہاں چلی جاتی تو عبدالرحمن کے لیے اسے وہاں سے نکالنا جان جوکھوں کا کام ہوتا۔ ہاجرہ کی بس ایک ہی زد ہوتی کہ وہ خود جھولے پر بیٹھے اور عبدالرحمن اسے جھولا جھولائے ۔ عبدالرحمن

ہاجرہ سے دو سال بڑا تھا۔ اسے کتابوں کا شوق تھا۔ وہ گھنٹوں بیٹھ کر کوئی بھی کتاب پڑھ سکتا تھا۔

حال:

اسلام آباد:

ارسلان خان رات واپس آیا تو ہاجرہ صوفے پر بیٹھی سو رہی تھی۔ اس کے چہرے سے اس ی تھکن کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ ارسلان نے اسے بیڈ پر لٹاتے اچھی طرح اس پر کمبل دیا۔ وہ جو گہری نیند سو رہی تھی اچانک ہی اٹھ بیٹھی۔ ارسلان خان نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا؟" اس کی سرخ آنکھیں دیکھ ارسلان نے نرمی سے پوچھا۔ "چ۔۔چائے گر جائے گی!" وہ نیند میں بڑبڑائی۔ اور پھر سے لیٹ گئی۔ یقینا مسرت بیگم نے اسے اتنا ٹارچر کیا تھا کہ وہ نیند میں بھی خوفزدہ لگ رہی

تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا معصوم چہرہ پرسکون ہوگیا۔ چند پل وہ اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا رہا۔ وہ نیند میں تیز سانس لیا کرتی تھی۔ ارسلان نے جھک کر نرمی سے اس کے ماتھے کو چھوا۔ اور کمرے کی بتی گل کرتا چینج کرنے چلا گیا۔۔۔

ناشتے کے میز پر تمام افراد خانہ ناشتہ کر رہے تھے اور ہاجرہ لوازمات میز پر رکھ رہی تھی۔ جب ارسلان خان کی پھپھو فاطمہ بولیں۔ " بھابھی آج بھائی بھی ہمارے ساتھ ہوتے تو انہیں کتنا اچھا لگتا۔ ان کی کتنی خواہش تھی کہ ہم سب بابا کے بعد یوں ایک ساتھ کھانا کھائیں ! " ان کی بات پر ماحول میں افسردہ سناٹا چھا گیا۔ جب لیلہ، پھپھو کی بیٹی نے بول کر ماحول میں پھیلے اس سناٹے کو کم کرنا چاہا۔

" ہاجرہ بھابھی ! آپ کتنا پڑھی ہیں؟" چائے کے پیالے میں چائے انڈیلتے اس کا ہاتھ کانپا۔ تھوڑی سی چائے بھی چھلک کر اس کے ہاتھ پر گری

تھی۔ ہاجرہ نے چونک کر سر اٹھایا۔ آنکھوں کے سامنے اماں، بابا، عبدالرحمن اور کرنل گیلانی آئے تھے۔

"تمھارے گھر میں آگ لگی ہے۔ میرے ساتھ چلو!"

کرنل گیلانی کے الفاظ اس کی سماعت میں گونجے۔

"ہاجرہ بھابھی!" لیلہ نے اسے پکارا تو وہ چونکی۔

"ہاں! بارہ جماعتیں۔" اس کے جواب پر سب نے اسے حیران نظروں سے دیکھا۔ وہ سب شاید ایک بستی سے آئی لڑکی کا بارہ جماعتیں پڑھنے کی توقع نہیں رکھتے تھے۔

" ارے واہ! پھر تو آپ کو آگے بھی پڑھنا چاہیے! بھائی آپ ان کا آگے داخلہ کروا دیں نا!" وہ جوش سے ارسلان کو دیکھ کر بولی تو ارسلان خان نے ایک نظر ہاجرہ کے سفید چہرے پر ڈالی جو الجھی کھڑی تھی۔ " اگر یہ جانا

چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ مجھے اچھا لگے گا۔ "ہاجرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔

ماضی:

اس دن ایجنسی سے واپسی پر اس نے اور عبدالرحمن نے گھر کے باہر ایک بڑی گاڑی کھڑی دیکھی تھی۔"یہ کس کی ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے؟" ہاجرہ نے سوال کیا تو عبدالرحمن اسکی بات کا جواب دیے بغیر ہی گھر میں داخل ہوا۔ اندر کا منظر دیکھ کر جہاں ہاجرہ ساکن ہوئی تھی، وہیں عبدالرحمن نے اپنے ہاتھ کی مٹھی سختی سے میچ لی تھی۔۔۔

"بن یامین میں۔۔س۔۔ سچ کہہ رہی ہوں۔ میرا۔۔کوئی قصور نہی۔۔ نہیں تھا ا۔۔۔اس سب میں۔۔ می۔۔میرا یقی۔۔یقین کرو!!"اس کی ماں بن یامین کے قدموں میں بیٹھی گڑگڑا رہی تھی۔ اور بن یامین پتھر بنا اس

آدمی کو دیکھ رہا تھا۔ جو بلیک تھری پیس میں ملبوس تھا۔ اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا۔ وہ خاموش تماشائی بنا کھڑا، سب دیکھ رہا تھا۔

" میرا کام تمھیں حقیقت سے آگاہ کرنا تھا۔

اور تم گل مینے !

امید کرتا ہوں کہ اب تم میرا نام نہیں بھولو گی۔ "

وہ کہتا اس کے پاس جھکا تو گل مینے نے اپنی گرفت بن یامین کی ٹانگ پر مضبوط کی ۔ وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔

" میرا نام۔۔۔عمار خان ہے !"

وہ سرد لہجے میں کہتا اٹھا وہ ایک نظر ان دونوں بہن بھائی پر ڈالتا باہر نکل گیا۔ باہر ٹائروں کے چرچرانے کی آواز آئی تھی۔۔۔

حال:

گلابی شلوار قمیض پر نیٹ کا دوپٹہ لیے، دونوں ہاتھ چوڑیوں سے بھرے، وہ شہزادی لگ رہی تھی۔ وہ کچن میں جارہی تھی جب ارسلان خان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔ ہاجرہ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ "جواب نہیں دیا تم نے!" اسے دیوار کے ساتھ لگاتے ارسلان خان نے سوال کیا۔ ہاجرہ نے اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں اس کے لیے کچھ تھا۔۔

جسے دیکھ کر ہاجرہ اپنی نگاہیں جھکا گئی۔ ارسلان خان اس کی اس ادا پر اندر تک سرشار ہوا تھا۔ "ک۔۔کس بات۔ک۔۔کا؟" ہاجرہ نے پوچھا۔ "آگے پڑھنا چاہتی ہو؟" ارسلان خان نے اپنا سوال دوہرایا تھا۔ "جی!" ہاجرہ کے یک لفظی جواب پر ارسلان خان مسکرایا۔ "کیا جی! جانا ہے یا نہیں؟" اس نے جتاتے ہوئے پھر پوچھا۔" جی! جانا ہے۔" وہ کہتی اس

کی گرفت سے نکل کر اس کی نظروں سے غائب ہوگئی۔ ارسلان خان کے لبوں کو گہری مسکراہٹ نے چھوا تھا۔۔

ہاجرہ کا یونی میں پہلا دن تھا۔ وہ بہت پر اعتماد تھی آج کے دن کے لئے۔ تھوڑی سی دیر میں اس نے کتنے خواب اپنی سیاہ آنکھوں میں سجا لیے تھے۔۔ وہ بہت پر جوش تھی۔۔۔ اس کا ارادہ کسی سے اپنی کلاس پوچھنے کا تھا۔ اسی نیت سے اس نے سامنے سے آتے آدمی کو روکنا چاہا۔ مگر اس دیکھ سارے لفظ اس کے حلق میں ہی دم توڑ گئے۔

وہ سعد تھا۔ سعد وقاص۔ اس کے بھائی عبدالرحمن کا دوست۔ وہ بھی ان کے ساتھ ایجنسی جاتا تھا اور کافی لائق فائق بھی تھا۔ " اس دنیا میں انسان اکیلا آیا ہے، اکیلا ہی چلا جائے گا اس لیے کسی بھی مشکل میں کسی دوسرے پر انحصار مت کرنا۔ ہمیشہ یادرکھنا کہ تمھیں اپنی جنگ خود لڑنی ہو

گی۔ " اس کے بھائی کے الفاظ اس کی سماعت سے ٹکرائے۔ اسے لگا وہ ابھی گر جائے گی۔ بے جان ہو جائے گی۔۔

" دیکھو میں تمھارا استاد ہوں ! تمھیں میری بات ماننی چاہیے۔ چلو میرے ساتھ۔ تمھارے گھر میں آگ لگ گئی ہے۔ "وہ اس سے کہہ رہے تھے۔ " لیکن کرنل گیلانی ! اگر گھر میں آگ لگی ہے تو ہمیں اسے۔۔۔" ابھی وہ مزید بولتی جب ہاجرہ کی بات درشتگی سے کاٹی۔ "ہاجرہ بحث مت کرو اور چلو میرے ساتھ۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ " وہ اس کا ہاتھ تھامے اس بستی سے دور لے گئے تھے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر لہرایا۔ وہ الٹے قدموں واپس پلٹی تھی۔ اسے اپنے گھر جانا تھا ہر حال میں۔ یونی سے باہر نکل کر اس نے رکشہ روکا اور اسے بستی کا پتہ سمجھاتے اندر بیٹھ گئی۔ رکشہ اپنی منزل پر رواں دواں تھا۔۔۔۔

دو ماہ پہلے:

اس دن عبد الرحمن اس سے پہلے گھر چلا گیا تھا۔ ہاجرہ اسے پوری ایجنسی میں ڈھونڈ رہی تھی جب کرنل گیلانی اس کے پاس آئے اور اسے یہ بول کر اپنے ساتھ لے گئے کہ اس کے گھر میں آگ لگی ہے۔ کافی لمبے سفر کے بعد وہ اسے شہر میں کسی عورت کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ اس دن کے بعد سے وہ کبھی بستی نہیں گئی اور نہ ہی اس کا اپنے ماں باپ سے کوئی رابطہ تھا۔

وہ کوئی سرائیکی خاتون تھی جس کے پاس وہ دو مہینے رہی تھی۔

اس دن کرنل گیلانی آئے تھے۔ وہ کافی دیر اس خاتون کے ساتھ کسی دوسری زبان میں بحث کرتے رہے اور پھر ایک نظر اسے دیکھ کر چلے گئے۔

NOVEL HUT

" عمار خان مر گیا ہے ! "

وہ خاتون اسے کہہ کر چلی گئیں تو ہاجرہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی۔ اسے یاد تھا یہ نام۔۔

اس کے بعد کرنل گیلانی کے حکم پر اس کی شادی ارسلان خان جو شہر کی ایک مشہور شخصیت تھا سے کر دی گئی۔۔۔

حال:

رکشہ رکا تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آئی۔ رکشہ والے کو اس کا کرایہ دیا اور قدم قدم چلتی اس گلی میں داخل ہوئی، جہاں کبھی اس کا اور اس کے بھائی کا راج ہوا کرتا تھا۔ ان دونوں کے قہقہے اور آوازیں آج بھی یہاں گونجتی تھیں۔ وہ کالے گیٹ کے آگے آکر رک گئی۔

"بابا یہ کالا کیوں ہے؟" وہ بہت چھوٹی سی تھی جب اس نے بن یامین سے سوال کیا تھا۔ "کیونکہ یہ میرا پسندیدہ رنگ ہے۔" اس نے بہت غور سے اپنے باپ کی بات سنی تھی۔" او! تو پھر آج سے میرا پسندیدہ رنگ بھی کالا ہے!!" اس نے جیسے اعلان کیا تھا۔ بن یامین کھل کر ہنس دیے تو وہ بھی ہنس دی۔ وہ اسے اپنی گود میں اٹھاتے گھر سے باہر نکلے۔۔

اسے یاد تھا بابا اس کو ہمیشہ باہر لے جاتے۔ اس کے ساتھ کھیلتے اور اسے چیز بھی لے کر دیتے۔ اس نے ایک نظر کالے گیٹ کو دیکھا جس پر تالا لگا تھا۔ کرنل گیلانی نے کہا اس کے گھر کو آگ لگ گئی مگر اسے آگ کے اثرات کہیں نظر نہیں آئے۔ گیٹ سے پیچھے ہو کر اس نے باہر سے گھر کا جائزہ لیا۔ وہ اس وقت نیلی جینز اور لال فراک میں ملبوس تھی۔ گلے میں ڈوبتا لے رکھا تھا اور بستہ کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ اس نے دیوار پھلانگی اور گھر میں داخل ہوگئی۔ وہ پلٹی تو سامنے کا منظر دیکھ کر اسے زوردار چکڑ آیا۔

سامنے صحن میں تین کچی قبریں بنی تھیں۔ وہ ساکن و سامت کھڑی ان قبروں کو دیکھے گئی۔ اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ " اے ہاجرہ ! تو یہاں کیا کر رہی ہے ؟" دوسری چھت سے آتی آواز پر وہ چونکی اور اوپر اس طرف دیکھا جہاں کوئی لڑکی ہاتھوں میں دھلے ہوئے کپڑے لیے کھڑی تھی ۔

"یہ کس کی قبر ہے ؟" اس نے اونچی آواز میں دوسری چھت پر کھڑی لڑکی سے پوچھا۔" ترے ماپے کی ہے اور کسی کی ہے ۔۔" اسے اپنا دل اس مٹی میں دفن ہوتا محسوس ہوا۔ اس کے قدم لڑکھڑائے۔ حلق میں بہت کچھ اٹکا۔ آنکھیں نم ہوئیں اور لب کپکپا گئے۔ اس نے قدم واپس دروازے کی طرف بڑھائے جب کسی احساس کے تحت اس نے نظر موڑ کر صحن میں بنی تین قبروں کو دوبارہ دیکھا۔ کچھ دیر وہ دیکھتی رہی اور پھر یک دم ہی ساری قبروں کو دیوانہ وار کھودنے لگی۔ اور پھر وہی ہوا جس کا اس نے

اپنی پوری زندگی میں بھی کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ اس کی ماں کی قبر خالی تھی۔ وہاں ان کی لاش نہیں تھی۔

"یاد رکھنا تم بن یامین کی بیٹی ہاجرہ یامین ہو۔ اور میری ہاجرہ تو بہت بہادر ہے نا۔۔" ایجنسی کے پہلے دن بن یامین نے اس سے کہا تھا۔ ہاجرہ کو لگا اگر وہ مزید یہاں رکی تو مر جائے گئ۔ وہ نہیں تھی بہادر۔ وہ کتنی بھی بہادر ہوتی مگر اپنے گھرانے کو یوں اس حالت میں دیکھنا اس کی بہادری، اس کی معصومیت کو مار گیا تھا۔ اور ہاجرہ یامین بائیس سال کی عمر میں اپنی معصومیت کھو چکی تھی۔۔۔

مردہ ہاتھوں سے اس نے قبروں کو درست کیا اور دیوار پھلانگتے باہر گلی میں چلنے لگی۔

اب اس کے قدموں کا رخ اس ایجنسی کی طرف تھا جہاں اس نے اور عبدالرحمن نے تربیت پائی تھی۔

وہ کرنل گیلانی سے ملنا چاہتی تھی۔ وہ ان سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیوں انھوں نے اسے اس کے گھر جانے نہیں دیا۔۔۔کیوں یہ بولا کہ اس کے گھر کو آگ لگ گئی ہے۔

ایجنسی کی طویل راہداری پار کرتے وہ کرنل گیلانی کے آفس میں داخل ہوئی۔ سامنے نشست پر موجود آدمی کی اسکی طرف پشت تھی۔ "کرنل صاحب!" اس کے پکارنے پر کرسی گھومی اور اس آدمی کا سراپا عیاں ہوا۔ مگر ہاجرہ اسے نہ دیکھ سکی۔

وہ اندھیرے میں بیٹھا تھا۔ "آؤ! کسی ہو؟" کرنل گیلانی نے پوچھا۔ ہاجرہ کو ان کی آواز بدلی بدلی سی لگی۔ "میں ٹھیک۔ آپکو پتا ہے امی کہاں ہیں؟! ان کے سوال کا جواب دیتے اس نے فورا اپنا سوال کیا تھا۔ "ہاں! وہ سب سیف ہاؤس میں ہیں۔ آؤ میں تمہیں ان کے پاس لے جاؤں!" وہ سرد آواز کمرے میں گونجی تو ہاجرہ کو اپنا اندیشہ درست ہوتا نظر آیا۔۔۔۔

وہ کوئی اور تھا۔ وہ کرنل گیلانی نہیں تھے۔ وہ مزید کوئی بھی بات کیے بغیر وہاں سے چلی آئی۔ سارا راستہ وہ یہ سوچتی آئی کہ کس نے کیا یہ سب اس کی ماں کے ساتھ ۔۔۔

اور ہر بار آخر میں اس کے ذہن میں صرف ایک نام آرہا تھا۔

" عمار خان ! "

روات:

"خیر پور کی ایجنسی میں کوئی لڑکی کرنل گیلانی کا پوچھنے آئی تھی ! اور۔۔" عباس کی آواز پر علی احمد کے ہاتھ سگریٹ چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ وہ پلٹا تو اس کی آنکھوں کا سرد تاثر ایک پل کے لیے عباس کو خوفزدہ کر گیا تھا۔ " اور کیا ! ! " وہ غصے سے غرایا۔ " اور کرنل گیلانی کی ایک بیٹی بھی

ہے۔ افنان گیلانی! ممکن ہے کہ ایجنسی بھی وہی گئی ہو۔" عباس نے سر جھکا کر اپنی بات مکمل کی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ جو ایجنسی گئی وہ گیلانی کی بیٹی ہے۔۔ اس کے سامنے میں نے گیلانی کو مارا تھا پھر وہ گیلانی کا کیوں پوچھے گی!

وہ کوئی اور تھی عباس! پتا کرو وہ کیوں گیلانی کو ڈھونڈ رہی ہے!!"

علی احمد کے سرد لہجے پر عباس سر ہلاتا باہر نکل گیا۔۔۔

عباس کے جانے کے بعد کمرے میں رکھا فون بجا۔ علی احمد نے فون کان سے لگایا۔

"خان! کوئی آپ کے پیچھے ہے!" اس کی بات سن کر دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

اسلام آباد:

وہ گھر پہنچی تو ارسلان پریشان سا اسے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے کچھ کہہ رہا تھا۔ کیا؟ یہ اسے سمجھ نہیں آئی۔ اس کے سامنے اس وقت اپنے ماں باپ کی قبریں گھوم رہی تھیں۔ وہ ارسلان کے ایک طرف سے ہو کر اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ارسلان حیران سا کھڑا رہ گیا۔ ہاجرہ نے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔

وہ اس کے پیچھے کمرے میں آیا تو وہ کھڑکی کے سامنے فون کان پر لگا رکھا تھا۔ ابھی وہ اسے مخاطب کرتا جب سپیکر سے آتی آواز پر رکا۔ " تمھیں وہاں نہیں جانا چاہتے تھا۔" سرد آواز پر وہ کانپ کر رہ گئی۔ "ک۔۔کون!" اس نے پوچھا تو دوسری طرف ایک جاندار قہقہہ گونجا تھا۔ " اب بھی وقت ہے رک جاؤ ورنہ تم جیسوں کو روکنا میرا پسندیدہ کام ہے!" سرد لہجے میں پہلی اور آخری بار تنبیہ کی گئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ وہ سن سی کھڑی تھی اس کا

دل و دماغ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ یہ عمار خان تھا۔ مگر وہ تو مر چکا ہے۔۔۔

خیرپور:

یہ منظر ایک تاریک کمرے کا تھا۔ کمپیوٹر کی نیلی روشنی بھی اس کمرے کی سیاہی کو کم کرنے میں ناکام ٹھہری تھی۔ فرش ہر موٹا سیاہ کالین بچھا تھا۔ کونے میں ایک بندہ کرسی پر بیٹھا، تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔ کمرے میں گہری خاموشی کا راج تھا۔ کی بورڈ کی ٹک ٹک یا اس کی سانس اس خاموشی میں خلل پیدا کر رہی تھی۔ جب دروازہ کھول کر ایک نقاب پوش اندر آیا۔ اس کی گہری سرمئی آنکھیں بھی اسی اندھیرے کا حصہ معلوم ہوتی تھیں۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

" ایوب! مجھے اس بند کی پہلی سانس سے لے کر آج تک لی گئی ایک ایک سانس کا حساب کال شام تک چاہیے!" وہ اپنے دوست سے کہہ رہا تھا۔ " اوکے ہو جائے گا مگر تیرا اس سے کیا۔۔۔" وہ الجھا ہوا تھا۔ " وہ سب مت سوچ جو بول رہا ہوں وہ کر!" اس کے کندھے تھپک کر تسلی دی تو ایوب نے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ قدم قدم چلتا اس اندھیرے کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ اسی طرح کوئی تھا جو اندھیرے میں بیٹھا اس کی زندگی سے بھی روشنی چھین لے گیا تھا۔

اب اسے اس کی اندھیری غار سے نکال کر روشنی میں لانا تھا۔ اس سے پہلے وہ مزید کسی روشنی کو اندھیرے کی نظر کرتا۔۔۔

اسلام آباد:

وہ سخت الجھی ہوئی تھی۔ جب ارسلان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے متوجہ کیا۔ وہ یکدم چونکی۔

"کیا ہوا؟" اسے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ ہاجرہ نے کوئی جواب نہ دیا اور یک ٹک اسے دیکھتی رہی۔ اچانک ہی اس کا دل بھر آیا۔ اسے لگا اگر وہ روئی نہیں تو مر جائے گی۔ کوئی ایک بھی مرتا تو مشکل تھا مگر سب تھے۔ سب اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ ارسلان نے اگے بڑھ کر اسے اپنے کندھے سے لگایا تو وہ روتی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد بھی وہ چپ نہ ہوئی تو ارسلان نے اسے خود سے لگ کیا۔ "بس کرو! اور کتنا رونا ہے!!" اس کے کہنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ "ہاجرہ چپ!! اب آواز نہ آئے مجھے تمھاری!!" اب کہ ارسلان خان نے اسے جھڑکا تو وہ چپ ہوئی۔ "دس منٹ ہیں تمھارے

پاس۔ اپنا حلیہ درست کرو اور نیچے آؤ میں، انتظار کر رہا ہوں۔ " وہ کہتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ارسلان اسے لانگ ڈرائیو پر لے گیا۔ اس سے باتیں کرتے وہ سب بھول گئی تھی۔ اسے لگا اگر ارسلان خان اس کے ساتھ ہوا تو وہ پوری دنیا سے اکیلے ہی لڑ سکتی ہے۔ ذہن کے ایک کونے میں عبدالرحمن، بابا اور اماں کی تصویر ابھری تھی۔ وہ سر جھٹک کر باہر دیکھنے لگی۔

گاڑی مدھم رفتار کے ساتھ چل رہی تھی۔ اطراف میں تھوڑی بہت گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ اسے لگا اس کی زندگی بھی یوں ہی گزر جائے گی۔ ناجانے اس کی ماں اس وقت کہاں ہوگی۔ کس حال میں ہوگی۔ یہ سوچ آتے ہی اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی ۔ وہ ارسلان کو نہیں بتانا چاہتی تھی۔ مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہی کیونکہ اس کے لب بری طرح کپکپا رہے تھے۔

ارسلان نے اس کے لبوں کی کپکپاہٹ کو دیکھ لیا تھا مگر وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا سو خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔۔۔

شام ہونے کو آئی تو اس نے اسے آئس کریم لے کر دی۔

گاڑی کی ڈگی پر بیٹھے وہ آئس کریم کھا رہی تھی اور ارسلان خان اس کے سامنے کھڑا اس دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنی آئس کریم ختم کر رہا تھا۔

" ویسے یہاں پر سٹابڑی فلیور نہیں ہے تو اتنا مزہ نہیں آیا ۔ " وہ پوری دو چاکلیٹ آئس کریم ختم کرنے کے بعد اب بھی سٹابڑی ہی مانگ رہی تھی۔

ارسلان خان اس کی بات پر مسکرایا۔" تم پوری دو کھا چکی ہو ! " اس نے جیسے اسے یاد دلایا اور اپنی آئسکریم ختم کرتا گاڑی سے ٹشو باکس نکال لایا۔

ہاجرہ کا پورا منہ اور ہاتھ گندے ہو رہے تھے۔ مگر اسے پرواکہاں تھی۔ وہ اپنی باتوں میں مگن تھی۔ ارسلان نے اس کی آئسکریم ختم ہونے کا انتظار کیا

اور پھر پہلے اس کے ہاتھ ٹشو سے صاف کیے پھر منہ جو اس نے برا منہ بناتے ہوئی صاف کروایا تھا۔۔۔

وہ دونوں گھر پہنچے تو گھر میں پھیلا انتشار ارسلان خان کر بخوبی محسوس ہو گیا تھا۔

" خدا کی پناہ! اب خان منزل کی بہویں یونیورسٹی جائیں گی! " مسرت بیگم نے تماشہ لگا رکھا تھا۔ " کس کو اعتراض ہے ہاجرہ کے آگے پڑھنے پر؟ جس کسی کو بھی اعتراض ہے وہ اسے اپنے آپ تک رکھے۔ اور مجھے آپ سب کو یہ بات یاد کروانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہاجرہ یاین میری بیوی ہے۔ اور جو میں کہوں گا وہ کرنا اس پر فرض ہے۔۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا ہاجرہ کا ہاتھ تھامے آگے بڑھا تھا جب خالد چچا نے اسے روکا۔ "وہ آئندہ اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالے گی! " انہوں نے اپنا فیصلہ سنایا۔ ہاجرہ وہی کرے گی جو میں چاہوں گا۔۔اور ہاجرہ۔۔آگے۔۔پڑھے گی! " اس نے اپنے

لفظوں پر زور دیتے کہا تو پورے خال میں سناٹا چھا گیا۔ "تم عمار خان کے اکلوتے بیٹے نہ ہوتے تو دیکھ لیتا میں تمھیں۔۔۔۔"چچا نے کہا مگر وہ مزید کسی بھی بات کا کوئی اثر لیے بغیر، ہاجرہ کے ساتھ اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔۔

ہاجرہ پوری رات سو نہیں سکی۔ اس کی ماں کی لاش غائب تھی اسے بھلا نیند کیسے آتی؟ اوپر سے خالد چچا کی بات۔۔" کیا وہ عمار خان کا بیٹا تھا؟" اس کے دل میں سوال آیا تو اس نے ایک نظر ارسلان کو دیکھا جو گہری نیند میں تھا۔ " ضروری تو نہیں کہ یہ وہی عمار خان ہو!" ایک کے بعد ایک سوچ ذہن میں آرہی تھی۔ کروٹیں بدلتے ہی رات گزر گئی۔۔۔

خیرپور:

وہ ریسٹورنٹ میں بیٹھا کافی دیر سے اپنے دوست کا انتظار کر رہا تھا۔ ویٹر دو کافی سرو کر کے چلا گیا تو داخلی دروازے سے وہ اندر آتا دِکھائی دیا۔ نیلی جینز پر وائٹ ڈریس شرٹ پہنے، بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے۔ منہ پر کالا ماسک لگائے وہ وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس کی گہری سرمئی آنکھیں اس وقت سنجیدہ لگتی تھیں۔ وہ اس کے پاس آبیٹھا تو اس نے سر کے خم سے سلام کہا۔ " تمہارا کام کر دیا ہے میں نے مگر۔۔۔" اس نے بولتے ایک فائل اس کی طرف بڑھائی۔ " اگر مگر بعد میں ! اس کے لیے شکریہ ایوب۔" وہ کہتا فائل کھول چکا تھا۔ "کسی کو خبر تو نہیں ہوئی؟" اس نے پوچھا تو ایوب نے نفی میں سر ہلایا۔ " میں بہت رازداری سے کام کیا ہے۔ اسے اس قیامت کی خبر نہیں ہے ! " ایوب نے کہتے کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔

سرمئی آنکھوں والے نے فائل کھولی۔ اگر تم اس کے پیچھے سے جھانک کر دیکھو تو فائل کے سرورق پر لکھا

" عمار خان ! "

واضح نظر آتا۔ لیکن تم ایسا نہیں کرو گے۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو عین ممکن ہے کہ وہ تمہاری گردن توڑ دے۔۔

" بہترین ! ایک بات بتاؤ۔" اس نے فائل ایک طرف رکھتے کافی کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگایا۔ "ہاں کہو!" ایوب کے کہتے وہ بولا۔ " ان تمام حرکتوں کے باوجود وہ آزاد پھر رہا ہے۔ کیوں ! ! " اس کی بات پر ایوب نے گہرا سانس بھرا۔

" سرکار کا کتا ہے، کیا کر سکتے ہیں ہم ! اور وہ بلکل صاف ہے۔ ہم تب ہی کچھ کر سکتے ہیں جب وہ خود سامنے آئے۔ کیونکہ اگر کوئی اور اس کو سامنے لانے کی کوشش کرے تو عین ممکن ہے کہ وہ اسے غائب کروا دیں۔" وہ بدمزہ ہوا۔ " اس کتے سے اگر۔۔۔اس کی ہڈی چھین لی جائے۔ تب وہ ضرور سامنے آئے گا ! " وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ایوب چونک کر آگے ہوا

اور اسے غور سے دیکھا۔" وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔ تم کیا سوچ رہے ہو۔" ایوب نے اسے باز رکھنے کی کوشش کی۔ " جلد جان جاؤ گے !" وہ پر سوچ انداز میں کہتا اب اپنی کافی ختم کر رہا تھا۔۔۔۔

اسلام آباد:

اگلی صبح وہ یونی میں سعد کے آنے کا انتظار کر رہی تھی جب وہ اسے سامنے سے آتا نظر آیا۔ کالی شلوار قمیض پر ڈوبٹا گلے میں لیے، بالوں کو کھلا چھوڑے وہ پیاری لگ رہی تھی۔

وہ تقریبا بھاگتی ہوئی اس کے پاس گئی۔ سعد جو اپنے کسی دوست سے بات کرتا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا یوں ایک لڑکی کے اچانک سامنے آنے پر اس نے سٹپٹا کر اپنی رفتار کم کی۔ " کیا میں آپ سے اکیلے میں بات کر سکتی

ہوں؟" اس نے یقینا ہاجرہ کو نہیں پہچانا تھا اس لیے ہاجرہ نے ہی بات کرنے میں پہل کی۔ سعد نے اپنے دوست کو جانے کا اشارہ کیا اور ہاجرہ کے ساتھ اپنے قدم کینٹین کی طرف بڑھا دیے۔ "جی! کہیے۔" سعد بیٹھے ہی موضوع پر آیا۔

" سعد میں ہاجرہ یامین ہوں۔" اور ہاجرہ یامین نے واضح طور پر سعد کو چونکتے دیکھا۔ "مائے اللہ! ہاجرہ تم زندہ ہو!!" سعد کے لہجے میں حیرت تھی۔" ہاں ابھی تک تو زندہ ہوں آگے کا پتہ نہیں! اچھا میں نے تم سے کچھ پوچھنا ہے؟" ہاجرہ میز پر ہاتھ رکھتے آگے ہو بیٹھی۔ "ہاں پوچھو!" سعد نے سنجیدگی سے کہا "تم جانتے ہو کہ میرے ماں باپ اور بھائی مر چکے ہیں۔۔۔" ابھی وہ بولتی جب سعد نے شائستگی سے اس کی بات کاٹی۔ " غلط وہ مرے نہیں ہیں! انھیں مارا گیا ہے۔ ہاجرہ تمھاری فیملی کا قتل ہوا ہے!!" وہ بہت سادگی سے کہتا اسے ایک پل کو ساکت کر گیا۔

"ک۔کون!" آنکھوں میں آنسو لیے اس نے ضبط سے پوچھا۔
"یہ تو میں نہیں جاتا۔ مگر میں اپنے کنٹکٹس سے پتا کروا سکتا ہوں اگر تم تھوڑا انتظار کر لو!" سعد نے سوچتے ہوئے کہا۔ "اوکے میں انتظار کرنے کو تیار ہوں۔" ہاجرہ نے فورا جواب دیا کہ کہیں وہ منع ہی نہ کردے۔ "اوکے تم مجھے اپنا نمبر دے دو تا کے میں ضرورت پڑنے پر فوری طور پر تم سے رابطہ کر سکوں!" ہاجرہ اسے اپنا نمبر دیا۔۔۔

تین دن گزر چکے تھے۔ سعد کی طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ اس نے سوچا وہ ارسلان سے اپنا مسئلہ کہے مگر اس میں ارسلان خان سے بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ کیا پتا وہ سچ میں عمار خان کا بیٹا ہو!! وہ کچن صاف کر کے چائے لیے باہر نکلی تھی۔

آج ارسلان خان جلدی گھر آگیا تھا۔ وہ میز پر چائے رکھ کر پلٹی ہی تھی کہ صوفے پر رکھا اس کا فون بجا تھا۔ "unknown number calling" لکھا جگمگا رہا تھا۔ تقریبا سب ہی اس وقت حال میں موجود تھے۔ اور ان کی سوچ سے وہ اچھے سے واقف تھی۔ اسی لیے سب کے سامنے ہی کال اٹھا کر فون کان سے لگایا۔

"کرنل گیلانی کا تم سے کیا تعلق ہے؟" سعد نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔

"میرے ماموں ہیں وہ!" آہستہ آواز میں اس نے جواب دیا۔ "اوکے! مجھے ان کا پتہ مل گیا ہے۔ کل ان سے ملنے جائیں گے۔ اور ہاں ایک اور بات!" سعد نے کہا۔ "ہاں!" ہاجرہ کی نظریں چائے کی ٹرے جبکہ کان سعد کی طرف لگے تھے۔ "مجھے لگتا ہے کہ عبدالرحمن زندہ ہے!" وہ کہتے ہی کال کاٹ چکا تھا۔ ہاجرہ کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔۔۔

ماضی:

خیرپور:

اس دن کے بعد سے ہاجرہ نے دیکھا کہ ان کے ماں باپ میں اب وہ پہلے والی بات نہیں رہی تھی۔ بابا دن بدن خاموش ہوتے جارہے تھے اور اماں بھی کم سے کم بابا کے سامنے جاتی تھیں۔ "عبدالرحمن! وہ آدمی کون تھا؟" ایک دن اس نے تنگ آکر عبدالرحمن سے پوچھ لیا۔ "مجھے نہیں معلوم وہ کون تھا۔ مگر اپنا نام تو اس نے بتایا تھا۔ کیا نام۔۔۔" ابھی عبدالرحمن سوچ رہا تھا جب ہاجرہ بولی۔

" عمار خان!!" عبدالرحمن نے چونک کر ہاجرہ کو دیکھا۔ "ہاں یہی نام تھا! مگر اس سے زیادہ تو میں بھی نہیں جانتا۔" ہاجرہ گہری سانس بھرتی وہاں سی باہر صحن میں چلی آئی تھی۔ " آخر کون تھا یہ عمار خان!" اس نے سوچا۔۔۔

تین سال پہلے:

یہ ہاجرہ کی پیدائش سے تین سال پہلے کی بات ہے جب عمار خان کو گل مینے سے محبت ہوئی۔ اس نے گل مینے کو دو تین دفعہ اپنے دوست کے گھر دیکھا تھا۔ وہ اور کرنل گیلانی کروبار کے سلسے میں اکثر ملتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی دوستی بھی تھی۔ اس نے اپنے بابا غفران خان سے گل مینے کا ذکر کیا۔ عمار خان بابا کا لاڈلا بیٹا تھا۔ جس کی کوئی بات ٹالی نہیں جاتی تھی۔

اگلے دن ہی غفران خان اپنی بیوی منہا کے ساتھ گل مینے کا رشتہ لے کر گئے مگر دروازے پر آئی بارات دیکھ وہ اپنی ذلت پر واپس آگئے تھے۔

عمار خان نے خوب واویلا مچایا کہ اسے گل مینے چاہیے مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ عمار خان شروع سے ہی سرکش طبیعت کا مالک تھا۔ جو چیز اسے

مانگنے پر نہیں ملتی وہ اسے چھین لیتا تھا۔ اگر کوئی اس کا قرض دار ہوتے ہوئے سپرد خاک بھی ہو جاتا تو وہ اسے بھی قبر سے باہر نکال لاتا۔ دو ہفتے اس نے انتظار کیا کہ شاید وہ گل مینے کو بھول جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ اور پھر وہ ہوا جو عمار خان چاہتا تھا۔

ایک رات وہ گل مینے کو اغوا کر کے اپنے پاس لے آیا۔ وہ رات گل مینے کے لیے قیامت کی رات تھی۔ اس رات
گل مینے نے خود کو کھو دیا تھا۔ اگلی صبح عمار خان واپس اسے اس کے گھر چھوڑ آیا۔ ان دنوں بن یامین ملک سے باہر تھا اور ایک سال بعد اس کی واپسی تھی۔ وہ گل مینے کے ساتھ ایک الگ زندگی گزارنا چاہتا تھا اسی لیے رخصتی کے فورا بعد ہی وہ گل مینے کے ساتھ خیرپور کی بستی میں آگیا تھا۔۔

اس حادثے کے دو دن بعد گل مینے کو علم ہوا کہ وہ ایک نئی زندگی کو اس دنیا میں لانے والی ہے۔۔

اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اسے ختم کر دے مگر نہ کر سکی۔ بستی میں وہ نئی تھی تو کسی کو علم نہ ہوا اور یوں بن یامین کے واپس آنے سے پہلے وہ اس زندگی کو دنیا میں لائی اور اسے عمار خان کے حوالے کردیا۔ اس رات کے بعد سے عمار خان کی گل مینے سے محبت نفرت میں بدل گئی تھی۔

گل مینے کے یہاں بیٹا پیدا ہوا تھا جسے پاتے ہی عمار خان نے اسکا قتل کر دیا تھا۔۔۔۔

اور اس دن اس حقیقت سے پردہ اٹھا کر عمار خان نے گل مینے کو بن یامین کی نظروں سے گرا دیا تھا۔ وہ بھلے گل مینے سے نفرت کرتا تھا مگر اسے بھولا اب بھی نہیں تھا۔ بن یامین ایک غیرت مند مرد تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ گل مینے کو سزا نہیں دے سکا کیونکہ اس کا قصور نہیں تھا۔

عمار خان کے گھر آنے کے بعد آج بہت ہمت کر کے گل مینے بن یامین کے پاس گئی تھی۔ "مجھے معاف کر دو۔ " گل مینے نے روتے ہوئے کہا۔

اور بن یامین جس کی جان آج بھی گل مینے میں بستی تھی۔ اسے اس حال میں نہ دیکھ سکا۔ " ٹھیک ہے معاف کیا تجھے۔ مگر ایک بات بتا چھپایا کیوں مجھ سے؟ کیا میں تیرا شوہر نہیں تھا۔ کیا مجھے یہ جاننے کا حق نہیں تھا کہ میری گل مینے کے ساتھ غلط ہوا؟" وہ شدید دکھی تھا۔ "میں ڈر گئی تھی بن یامین۔۔۔

مجھے لگا تو مجھے چھوڑ دے گا۔۔۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور بن یامین اسے چپ کرواتے اس کا سر اپنی گود میں رکھے اس کے بال سہلا رہا تھا۔۔۔۔

حال:

اسلام آباد:

اگلی صبح وہ سعد کے ساتھ کرنل گیلانی کے گھر گئی۔ وہ کافی حیران تھی کہ کرنل گیلانی کا گھر بستی سے کافی دور پہاڑی علاقے بھارہ کہو میں تھا۔ سعد نے گاڑی گھر کے باہر روکی۔ "تم جاؤ! میں انتظار کر رہا ہوں۔" ہاجرہ اثبات میں سر ہلاتی باہر نکلی اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا۔ ایک پیاری سی لڑکی دروازے کی اوٹ میں سے جھانک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف واضع تھا۔ "ک۔۔کس سے ملنا ہے؟" اس نے ڈرتے ہوئے سوال کیا۔

"کرنل گیلانی سے!" ہاجرہ کے جواب پر اب کے اس کا چہرے پر خوف آیا۔ اس نے زور سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تو ہاجرہ نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ "صرف پندرہ منٹ لوں گی۔ پلیز!" ہاجرہ کے سنجیدگی سے کہنے پر اس لڑکی نے اسے اندر آنے دیا۔

NOVEL HUT

وہ چھوٹا سا گھر تھا۔ دو کمرے، ایک کچن اور ایک چھوٹا سا لاؤنج۔

لاؤنج میں رکھے صوفوں پر وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ سامنے میز پر ایک پانی کا جگ اور گلاس رکھا تھا۔ "کرنل گیلانی کہاں ہیں؟ اور آپ کون ہو؟ "ہاجرہ کام کی بات پر آئی۔ اس لڑکی کا چہرہ خوف سے سپاٹ ہوا تھا۔

"میں افنان گیلانی ہوں۔ کرنل گیلانی کی بیٹی!" اس کے جواب پر ہاجرہ حیران ہوئی تھی۔ "اور کرنل گیلانی؟" ہاجرہ نے اپنا سوال دوہرایا۔ "مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہیں!!" وہ سپاٹ انداز میں بولی یوں گویا خبرنامہ سنا رہی ہو۔ "کیا؟" ہاجرہ کی بات پر افنان کا سر جھک گیا تھا۔

"انھوں نے غلط کیا جس کی انھیں سزا ملی۔ مگر تم کون ہو اور کیسے جانتی ہو کرنل گیلانی کو؟"

اس کے سوال پر ہاجرہ نے گہرا سانس بھر کر جواب دیا۔

"ہاجرہ یامین!"

افنان کی آنکھوں میں اب کہ دکھ تھا۔ " ان کی نیت اچھی تھی ہاجرہ ! "

ہاجرہ چونکی۔ "کیا مطلب ؟"

" بابا جانتے تھے کہ ارسلان خان عمار خان کا بیٹا ہے پھر بھی انھوں نے۔۔۔" وہ بہت دکھی اور پریشان لگ رہی تھی۔ "دیکھو ! وہ تمھارا بھلا چاہتے تھے۔ انکل آنٹی اور عبدالرحمن کے بعد تم اکیلی تھی اس لیے۔۔۔"

ہاجرہ نے اس کی بات کاٹی۔ " اکیلی تھی تو سوچا کیوں نا اسے مزید اکیلا کر دیا جائے ! او خدایا ! ! " وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دیے اب کہ سن بیٹھی تھی۔ اسے لگا وہ پاگل ہو جائے گی۔ کیسے کر سکتے ہیں وہ اس کے ساتھ ایسا۔

" تم مجھے کرنل گیلانی کا پتہ دے سکتی ہو میں صرف ایک بار ان سے ملنا۔۔۔" ہاجرہ کی بات پر وہ بھڑکی تھی۔۔

" وہ مر چکا ہے ! مار دیا ہے اس درندے نے میرے باپ کو ! ! " وہ دھاڑی تھی۔ اس کی آواز میں صدیوں کا چھپا دکھ نظر آرہا تھا۔ ہاجرہ کو لگا اگر اب وہ ہلی تو گر جائے گی۔

کرنل گیلانی اس کا استاد ہی نہیں بلکہ اس کی ماں کا بھائی بھی تھا ! !

"عمار خان نے تمھارے ماں باپ اور بھائی کا قتل کیا تھا۔ تمھاری ماں کی اس حالت کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔

تمھیں اس سب سے گزارنے کا ذمہ دار عمار خان، تمھارا سگا سسر ہے۔ یہ سب جاننے کے باوجود بھی ابو نے تمہاری شادی اس کے بیٹے سے کر دی۔ انہیں معاف کردو۔ وہ تمھارا بھلا چاہتے تھے۔۔۔" افنان کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

"مگر وہ تو مر چکا ہے۔۔"

اس کی مردہ آواز آئی۔

"کس نے کہا وہ مرگیا ہے۔۔۔وہ زندہ ہے۔۔۔۔یوں جیسے کوئی حقیقت ہو۔۔یوں جیسے کوئی بھیانک سچ ہو۔۔۔۔۔

جو آہستہ سے آکر آپ کی جان نکال لے اور آپ اسے روک بھی نہ پاؤ!!

تم جاؤیہاں سے۔

میں اس کے قتل کی گواہ ہوں! وہ تمھارے ذریعے مجھ تک پہنچ جائے گا۔"

افنان خاموش ہوئی تو ہاجرہ ساکن بیٹھی تھی۔ کرنل گیلانی مرچکا تھا اور اب وہ لوگ افنان کے پیچھے تھے۔ اگر وہ کوئی ایکشن لیتے بھی تب بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا الٹا وہ بھی نظروں میں آجاتی۔

مزید کوئی بھی بات کیے وہ معذرت کرتے وہاں سے نکل آئی۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے سعد نے نوٹ کیا تھا کہ وہ جس چہرے کے ساتھ اندر گئی تھی اس کے ساتھ واپس نہیں آئی۔

سعد نے کوئی بھی سوال نہیں کیا۔ ہاجرہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی چلا دی۔ ابھی وہ لوگ اس علاقے سے نکل کر مین روڈ پر بھی نہیں آئے تھے جب افنان کا خدشہ سچ ثابت ہوا۔

کوئی ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ اور نہ صرف پیچھا کر رہا تھا بلکہ فائر بھی کر رہا تھا۔ "یہ کون ہیں اب؟" سعد نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کرنل گیلانی کے قاتل ہوں گے!" ہاجرہ نے ریس پر دباؤ بڑھاتے کہا۔ "کرنل گیلانی مر گئے!!" سعد کی حیرانگی کسی طور کم ہوئے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

" افنان ان کے قتل سے واقف ہے اس لیے یہ ہمارے ذریعے افنان تک پہنچنا چاہتے ہیں۔" ہاجرہ تیز رفتار میں گاڑی تقریبا اڑاتے ہوئے لے جا رہی تھی۔ جب ایک کھڈے سے گزرتے گاڑی اچھلی اور تب ہی ہاجرہ کے دائیں بازو میں کوئی لوہے کی چیز داخل ہوئی۔ " آہ!" وہ بے اختیار کراہی تھی۔

"ہاجرہ! تم ٹھیک ہو؟" سعد نے سٹیرنگ سنبھالتے اسے پوچھا۔ ہاجرہ نے اثبات میں سر ہلاتے رفتار مزید تیز کردی۔

اب کہ وہ دونوں مین روڈ پر نکل آئے تھے۔ اور تعاقب کار پیچھے رہ گئے تھے۔ ہاجرہ نے گاڑی ایک طرف روک دی تاکہ سعد ڈرائیونگ سیٹ پر آسکے۔ انہوں نے غور نہیں کیا مگر ایک کار اب بھی بہت خاموشی سے ان کا تعقب کر رہی تھی۔ دوسری طرف بیٹھ کر اس نے اپنا سر سیٹ کی پشت سے لگایا۔ بند ہوتی آنکھوں سے اس کی سماعتیں آخری جملہ جو گونجا وہ سعد کا تھا۔

" عبدالرحمن زندہ ہے!!"

اس کے بعد کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ وہ گھر کیسے آئی یہ بھی نہیں۔

NOVEL HUT

اس کی آنکھ کھلی تو ارسلان خان اس پر جھکا اسے پریشانی سے پکار رہا تھا۔ اس کا جسم بخار میں جھلس رہا تھا۔ اس نے اٹھنا چاہا تو اچانک ہی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ سر پر ہاتھ رکھتے واپس لیٹ گئی۔

"آرام سے۔" ارسلان نے اسے لیٹنے میں مدد دی۔۔۔

بھارہ کہو:

رات کے پہر وہ پہاڑی علاقہ سنسان پڑا تھا۔ اطراف میں چند ایک گنے چنے گھر بنے تھے۔ رات کے تاریک سناٹے میں اس کے قدموں کی آواز نے شور پیدا کیا تو بلند درختوں نے اسے دیکھا۔ وہ قدم اٹھاتا ان گھروں میں سے ایک کی عقبی کھڑکی کے پاس گیا اور اندر جانے کا راستہ دیکھنے لگا۔

تقریبا دس منٹ بعد وہ اندر داخل ہو چکا تھا۔

وہ گہری نیند سو رہی تھی جب باہر سے کچھ گرنے کی آواز پر وہ اٹھ بیٹھی۔ چپل پہنتے وہ باہر کو بھاگی۔ اچانک ہی کسی نے پیچھے سے اس کے منہ کو پکڑا تھا۔ "شش!!" اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اسے اپنے ساتھ لیے وہ گھر کے عقبی دروازے کے پاس کھڑا ہوگیا۔ عین اسی وقت لاؤنج کا دروازہ ایک دھاڑ سے کھلا تھا۔ دو نقاب پوش پورے گھر کی تلاشی لے رہے تھے۔ لاؤنج سے ہوتے وہ کمرے میں گئے اور ٹھیک اسی وقت وہ اس کا ہاتھ تھامے عقبی دروازے سے اسے لیے باہر کو بھاگا۔

"وہ بھاگ گئی ہے۔ چلو!!" اس کا بستر دیکھ وہ چلاتے ہوئے باہر کو بھاگے تھے۔ اس کا ہاتھ تھامے وہ درختوں کے جھنڈ میں راستہ تلاش کرتے تیز بھاگ رہا تھا۔

افنان اس کی رفتار سے اپنی رفتار ملاتے ہلکان ہو رہی تھی۔ سامنے راستہ ختم ہوچکا تھا۔ اور سامنے ایک اونچی کھائی تھی جس کا اختتام گہرا دریا تھا۔

وہ رکا اور اس نے پلٹ کر افنان کو دیکھا۔ جو سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھی اور ڈوبٹا گلے میں لے رکھا تھا۔

اس کی سرمئی آنکھیں اس کے نقاب سے جھانک رہی تھیں۔ " ہمیں یہاں سے کودنا ہے ! " وہ اسے بول رہا تھا اور اس نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز آئی۔

افنان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور پلٹ کر کھائی میں چھلانگ لگا دی۔۔۔

NOVEL HUT

اسلام آباد:

دوبارہ اسے تین دن بعد ہوش آیا۔ بخار کی شدت میں خاصی کمی تھی۔ اس نے ہلنا چاہا تو پتا چلا کہ ارسلان خان اسے خود سے لگائے گہری نیند سو رہا ہے۔ ہاجرہ نے ایک دفعہ پھر خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش

کی تو ارسلان اٹھ گیا۔ ہاجرہ کو خود کی طرف سرخ چہرے سے دیکھتا پا کر وہ مسکرایا۔ "کیا ہوا؟ کچھ چاہیے تھا؟" اس نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے پوچھا تو ہاجرہ بولی "پانی!"

ارسلان نے اسے پانی پلایا اور پھر اسے خود سے لگائے سونے کے لیے لیٹ گیا۔ ہاجرہ کافی دیر جاگتی رہی۔ صبح چھے بجے کے قریب اس کی آنکھ لگی اور دوبارہ آٹھ بجے ارسلان نے اسے اٹھا دیا۔ ہفتہ تھا اور یونی سے چھٹی تھی۔

NOVEL HUT

خیرپور:

افنان اس شخص کے ساتھ کسی گھر میں تھی۔ اور اس نے افنان کو ایک کمرے میں بند کر رکھا تھا۔ کیوں؟؟

یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ آخر وہ چاہتا کیا تھا اس سے۔ ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس کا چہرہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ خالی کمرہ تھا۔

افنان زمین پر بیٹھی تھی۔ وہ بھی اس کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گیا۔ "کرنل گیلانی کہاں ہیں!" اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا۔ افنان اس کی آنکھوں کی سرد مہری دیکھ کچھ نہ بول سکی تو اس نے اسے دیوار کے ساتھ پن کیا اور اس کی فرار کا راستہ بند کیا۔ "آخری بار پوچھ رہا ہوں کرنل گیلانی کہاں ہیں!!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے غرایا تھا۔ افنان نے بولنے کی کوشش کی مگر خوف کی وجہ سے اس پر کپکپی طاری ہوئی۔ جب مقابل نے سختی سے اس کا گلا پکڑا۔ "ہاں! اب بتاؤ کرنل گیلانی کہاں ہیں!!" اس نے سرد لہجے میں کہتے اس کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ افنان کی آنکھیں باہر کو ابل رہی تھیں۔ اسے سانس نہیں آرہا تھا۔ "مم۔۔۔مر چکے

ہیں!" اس کی دبی دبی سی آواز نکلی۔ مقابل کی گرفت بس ایک پل کو ہلکی ہوئی تھی۔

یوں گویا وہ چونکا ہو۔ بس ایک پل اور پھر سے اپنی گرفت مضبوط کی۔ "ہاجرہ کہاں ہے!! اس نے اگلا سوال کیا۔ "مجھے نہیں پتا!" وہ روتے ہوئے بولی۔ اس نے گردن اس انداز میں پکڑ رکھی تھی کہ وہ سانس تو لے پا رہی تھی مگر ہل نہیں سکتی تھی۔ "ہاجرہ۔۔کہاں۔۔ہے!" وہ غرایا تو وہ کانپ کر رہ گئی۔

عمار خان نے کرنل گیلانی کو پیسوں کا لالچ دیا اور کامیاب بھی رہا۔ وہ جانتا تھا کہ ہاجرہ گیلانی کے پاس ہے اسی لیے اس نے گیلانی کو پیسے دیے کہ وہ ہاجرہ کو اس کے حوالے کردے۔ ساتھ میں اس بات کا بھی یقین دلایا کہ وہ اس سے شادی کرے گا۔۔

اس نے اپنے ضمیر کا سودا کر دیا اور وہ راضی ہوگیا۔ مگر عین شادی کے دن اسے خبر ملی کہ عمار خان مر چکا ہے۔ جو کہ گیلانی کو یقین تھا کہ سو فیصد جھوٹ ہے۔ اسی خبر کا فائدہ اٹھاتے اس نے ہاجرہ کو دریا سے بچا کر سمندر کے حوالے کر دیا۔

گیلانی نے ہاجرہ کی شادی عمار خان کے اکلوتے بیٹے سے کر دی۔

اور اسی چلاکی کی سزا اسے موت کی صورت ملی تھی۔

" میرا یقین کرو! بابا نے اس کا بھلا چاہا تھا!" وہ تڑپتے ہوئے بولی تو اس نے اس کی گردن پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"اگر یہ سب جھوٹ ہوا تو میں خود تمھیں عمار خان کے بندوں کے حوالے کروں گا۔ یاد رکھنا!!" اسے سرد لہجے میں کہتا وہ باہر نکل گیا۔ افنان زمین پر بیٹھتے سر گھٹنوں میں دیے رونے لگی۔ " آخر میں ہی کیوں!" اس نے بے اختیار سوچا۔۔۔۔

FROM NOVEL-HUT

If you are a writer and confused about where to

publish your novel , no worries . novel - hut is here.

to publish your contact us on instagram : novel_hut_ .

Enjoy reading !

NOVEL HUT

اسلام آباد:

سارا دن کام میں مصروف رہ کر شام تک وہ اپنا بخار بھول چکی تھی۔ رات کی چائے کے بعد وہ سونے کو لیٹ گئے تھے۔ ارسلان خان اس کے پاس بیٹھا لیپ ٹاپ پر اپنا کام کر رہا تھا۔ ہاجرہ اسے دیکھ رہی تھی کیا مجھے ان سے ان کے بابا کے بارے میں پوچھنا چاہیے کیا؟؟

وہ سوچ رہی تھی جب ارسلان نے مسلسل خود پر اس کی نظریں محسوس کرتے اس کی طرف دیکھا۔ ہاجرہ اتنا گم تھی اپنے خیالات میں کہ اسے پتا ہی نہیں چلا۔ " ایسے کیا دیکھ رہی ہو!" اس کی آواز پر اس نے چونک کر ارسلان خان کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ارسلان نے کے چہرے کے اڑے رنگ کو دیکھ مسکراہٹ دبائی۔ "آپ کے بابا۔۔" ہاجرہ کی زبان سے بے اختیار پھسلا تھا۔ ارسلان کے مسکراتے ہونٹ ڈھیلے لڑے۔ وہ سنجیدہ

ہوا۔ اس کی بیوی اس سے یہ سوال کیوں کر رہی ہے، وجہ وہ نہیں سمجھ سکا۔۔

اس نے ہاجرہ کو دیکھا جو اب ارسلان کے خوف سے کمبل میں چہرہ چھپا گئی تھی۔۔ بے اختیار ہی اسے ہاجرہ پر پیار آیا۔ " سوری میرا۔۔۔" ابھی وہ معذرت کرتی جب وہ بولا " عمار خان نام تھا ان کا۔ پانچ سال پہلے وہ مجھے اس دنیا میں اکیلا کر گئے تھے۔ " وہ اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔ " ان کے جانے سے میری زندگی میں جو حلا بنا ہے وہ آج تک پر نہیں ہو سکا۔ " وہ اپنی بے بسی پر مسکرایا اور ہاجرہ اپنی قسمت پر۔ ہاجرہ کو لگا کسی نے اس سے جینے کی وجہ چھین لی ہو۔ عجیب بے بسی تھی

اور یہ وہ لمحہ تھا جب ہاجرہ یامین کو ادراک ہوا کہ ارسلان خان اس پر عمار خان کو فوقیت دے گا۔۔

یہ سوچ ہی اس کا دل ہزار حصوں میں بانٹ گیا تھا۔

"میں ہی کیوں؟" اس نے بے سوچا اور
کچھ بھی کہے بغیر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سونا چاہتی تھی مگر اب نیند کہاں آنی تھی۔۔۔

رات کے دو بجے کا وقت تھا جب وہ کمرے کی کھڑکی پھلانگتے اندر داخل ہوا۔ پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے اپنی سمت کا تعین کیا اور لڑکی کے منہ پر بے ہوشی کی دوا میں ڈوبا کپڑا رکھ کر دبایا۔ اس نے مذمت کی اگلے چند پل میں دم توڑ گئی تھی۔
اس کے بے ہوش وجود کو لیے اب وہ سنسان راستوں سے گزر رہا تھا۔۔

روات:

اسے ہوش آیا تو خود کو ایک تاریک کمرے میں بند پایا۔ ابھی اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی بھی نہیں ہوئی تھیں جب دروازہ کھول کر کوئی نقاب پوش شخص اندر آیا اور اسے کھڑا کرتے باہر لے گیا۔ وہ جو خود کو اس کی مضبوط گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی سامنے دیوار پر نظر پڑتے ہی ساکت ہوئی تھی۔ لب وا ہوئے اور آنکھیں پتھرا گئیں۔ سامنے دیوار پر ایک بے جان وجود کو کیلوں کی مدد سے ٹانگ رکھا تھا۔ چہرے اور ہاتھوں کی جلد جگہ جگہ سے ختم ہو چکی تھی اور اب ان میں سے بوسیدہ ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ وجود کو سفید کپڑے سے ڈھانپ رکھا جو خون آلود تھا۔ وہ مردہ وجود کسی اور کا نہیں بلکہ گل مینے کا تھا۔۔۔

اس کے مذمت کرتے ہاتھ ساکت ہو گئے۔

" لو دیکھ لو اپنی ماں کو ! " آواز کانوں سے ٹکرائی تو وہ جو پتھر بنی ساکن تھی ، اس میں جنبش ہوئی۔ اس نے اپنے ساتھ کھڑے اس آدمی کو دیکھا جس کے سیاہ نقاب سے سنہری آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

" میرا کام حقیقت سے آگاہ کرنا تھا۔۔" کئیے سال پہلے ادا ہوئے لفظ اس کی سماعت سے ٹکرائے تو اسے یقین ہوا کہ لفظ فضاء میں معلق ہو جاتے ہیں۔۔۔

وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس آواز کو پہچان گئی تھی۔۔۔۔وہ عمار خان تھا ! !

" کیسی ہو ہاجرہ یامین ! "

اس کی سرد آواز پر ہاجرہ نے اپنا سانس تک روک لیا۔

" انھیں میرے حوالے کردو ! " وہ بہت دھیمہ بولی یوں گویا خود سے سرگوشی کر رہی ہو۔۔

"کیا کرو گی تم اس کا!" وہ سامنے لٹکتے وجود کو دیکھتے سرد لہجے میں بولا۔

"ماں ہے وہ میری!!" غم و غصے سے اس کی آواز پھٹ گئی تھی۔ "میری دشمن تھی۔۔کہا بھی تھا کہ میری بن جاؤ۔۔۔۔مگر اس نے اس دو ٹکے کے مذدور کو مجھ پر۔۔۔ عمار خان پر فوقیت دی۔ سزا تو بنتی تھی نا!" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"پلیز انھیں میرے حوالے کردو۔ میں کسی سے ذکر نہیں کروں گی۔' وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔ اس آدمی نے ایک نظر اس کے بندھے ہاتھوں کو دیکھا اور گہرا سانس بھرا۔

" ٹھیک ہے۔ آج شام تک تمھیں لاش مل جائے گی۔ مگر۔۔۔" وہ رکا اور اس کے بلکل سامنے کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گھاڑے اسے گھورا۔" اگر اس بات کا ذکر تم نے کسی اور سے کیا تو۔۔۔کل کو یہاں تم بھی لٹک سکتی ہو۔

اور تمھیں بچانے کون آئے گا ! یہ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی۔۔۔

کوئی نہیں !"

اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اسے بہت کچھ باور کرا گیا تھا۔ ہاجرہ یامین اس قدر سفاکی پر کانپ کر رہ گئی تھی۔

"م۔میں۔۔ک۔۔۔کسی۔۔سے ذکر نہی۔۔ نہیں کرو۔۔کروں گی !"

اس نے کہا تو وہ اس کے ہاتھوں پر بندھ۔

" ٹھیک ہے تم جا سکتی ہو ! راستہ اس طرف ہے !"

اس کے ہاتھ آزاد کرتے اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

ہاجرہ کو اس کے ہاتھ لمس آگ لگا گیا تھا۔ اسے رونا آرہا تھا۔ اپنے آنسوؤں پر بمشکل قابو پاتے وہ باہر کو بھاگی۔

عمار خان نے اسے دیکھتے اپنے ہاتھ جیب میں ڈالے تھے۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ کوئی دھن گنگنا رہا تھا۔۔۔

"خوف کی حکومت ہے، ڈر یہاں کا بادشاہ!"

رات کی تاریکی کو چاند کی روشنی مدہم کر رہی تھی۔ وہ علاقہ اسے شہر سے کافی فاصلے پر لگ رہا تھا۔ اپنے ضبط کو کھوتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اسے اپنے راستے کا کوئی علم نہ تھا۔ مگر وہ شدت سے روتے ہوئے سڑک کے کنارے بھاگے جا رہی تھی۔ اسے گھر جانا تھا۔ اسے ارسلان خان کے پاس جانا تھا۔ مگر وہ کھو گئی تھی۔ وہ روتے ہوئے بھاگ رہی تھی جب سامنے سے آتی کار سے ٹکرا کر وہ بے دم ہوتے زمین پر گری تھی۔۔۔۔

وہ کب اور کس طرح گھر پہنچی اسے کچھ یاد نہ تھا۔ یاد تھا تو بس اتنا کہ ایک گاڑی سے اس کی ٹکر ہوئی تھی۔

اسلام آباد:

وہ سیاہ اندھیری رات میں ویران سڑک پر بھاگ رہی تھی۔ اس کے پیچھے بہت سے لوگ اسے نوچنے آرہے تھے۔

"بچاؤ!!!" وہ چلا رہی تھی مگر کوئی اس کی مدد کو نہیں آیا۔ اس کے پاؤں نے کسی بھاری چیز کے ساتھ ٹھوکر کھائی اور وہ منہ کے بل کچی زمین پر جا گری۔ اس کے پیچھے آتے لوگ قہقہہ مار کر اس کی حالت کا لطف لے لینے لگے۔

وہ درد سے کراہتی بمشکل سیدھی ہوئی۔ اس کی دونوں کہنیاں چھل چکی تھیں۔ وہ لوگ اب کہ اس کے سر پر کھڑے تھے۔ وہ ان کو جانتی تھی عمار خان، کرنل گیلانی اور بھی بہت تھے جو اسے نوچنا چاہتے تھے۔ وہ خوفزدہ ہوتے نفی میں سر ہلاتی پیچھے کو ہوئی تھی۔ "

بچاؤ!!۔۔۔ارسلان!!!۔۔۔بابا!!!" آنکھیں بند کر کے وہ زور سے چلائی۔

"ہاجرہ!" جب اس کی سماعت سے آواز ٹکرائی۔ "ہاجرہ اٹھو! ہاجرہ!!" کوئی اسے مسلسل پکار رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے پکارنے والا نظر نہیں آیا۔ وہ لوگ بھوکے بھیڑیے کی مانند اس پر جھپٹے اسے نوچنے لگے۔ "بچاؤ!!۔۔ارسلان!" وہ دیوانہ وار چلاتے ہوئے ارسلان کو بلا رہی تھی۔۔

جب کسی نے اسے زور سے ہلایا۔ "آہ!!!" وہ چلاتے ہوئے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔ سانس بری طرح پھول چکی تھی۔ اس نے چہرہ اٹھا کر سامنے دیکھا تو ارسلان فکر مندی سے اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھائے کھڑا تھا۔ "پانی پیو!" ہاجرہ نے گلاس ہاتھ میں پکڑا تو ارسلان نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ بری طرح کپکپاہٹ کا شکار تھے۔ ارسلان نے گلاس لے کر خود اس کے لبوں سے لگایا۔ وہ یوں پانی پینے لگی جیسے صدیوں کی پیاسی ہو۔

"تم ٹھیک ہو؟" ارسلان نے گلاس سائڈ میز پر رکھتے نرمی سے پوچھا جس کی سانس ابھی بھی اٹک رہی تھی۔ "ارس۔۔۔سلان۔۔۔!" اس نے کپکپاتے لبوں سے اس پکارا تو ارسلان نے اسے اپنے حصار میں لیا۔ اور اس کے بال سہلانے لگا۔ وہ شدید خوف زدہ لگ رہی تھی۔

" لیٹ جاؤ! " ارسلان نے اسے لیٹایا اور خود بھی اس کے پاس بیٹھتے اس کے بال سہلانے لگا۔ وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی۔ نفی میں سر ہلاتے وہ ابھی بھی خواب کے زیر اثر تھی۔

" بابا! " وہ اپنے بابا کو پکارتے ہوئے سسک رہی تھی۔ ارسلان خان سے اس کی یہ حالت ناقابل برداشت تھی۔ " کچھ نہیں ہوا، میں تمھارے پاس ہوں! " وہ نرمی سے بولا تھا۔ اس نے کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر اسے خود میں چھپا لیا۔ ہاجرہ کانپ رہی تھی۔ اور وہ اس کے کانپتے وجود کو اپنے حصار میں لیے بڑبڑا رہا تھا " میں تمھارے پاس ہوں! کچھ نہیں ہوا!! " اس کی سسکیاں کم ہوتے ہوتے دم توڑ گئیں۔ تھوڑی دیر میں وہ اس کی آغوش میں پرسکون سو رہی تھی۔۔۔

خیرپور:

اگلی صبح سورج کی تیز روشنی کھڑکی سے ہوتی اس کی آنکھوں پر گر رہی تھی۔ اس کے سنہرے بال دھوپ میں سونے کی طرح چمک رہے تھے۔ اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔ خود کو انجانی جگہ پا کر وہ فورا اٹھ بیٹھی۔ اس نے نظر گھما کر اس خالی کمرے کو دیکھا۔ اسے یاد آیا کہ کس طرح ان لوگوں سے بچا کر کوئی اسے یہاں لے آیا تھا۔

کھڑے ہو کر اس نے اپنا ڈوبٹا درست کیا۔ تو ٹانگ میں درد کا احساس ہوا۔ اس نے جھک کر دیکھا تو کوئی چوٹ لگی تھی۔ وہ نظر انداز کرتے دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولتے باہر نکلی تو وہ شخص اسے صحن میں ایک طرف ٹہلتا نظر آیا۔

وہ قدم قدم چلتے اس کے پاس چلی گئی۔ "بات کرنی ہے!" اس کے دو ٹوک لہجے پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور بولنے کا اشارہ کیا۔

"نکاح کر لیں مجھ سے !" اور اب کے اس نے چونکا تھا۔ "کیا کہا، میں نے سنا نہیں !" اس نے پوچھا۔

"میں نے کہا نکاح ۔۔۔ کر لیں ۔۔ مجھ سے !" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا۔ " اور میں ایسا کیوں کروں ؟" سخت لہجے میں سوال کیا۔ " کیونکہ میں محفوظ نہیں ہوں، جب میں محفوظ ہو جاؤں تب آپ مجھے چھوڑ سکتے ہیں !" افنان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے وضاحت دی۔ اس نے گہرا سانس بھرا۔ "یہ مذاق ہے تمھارے نزدیک ! !"تنزیہ لہجے میں وہ بولا تو افنان نے بازو بھاندے اسے دیکھا۔

"تو مت چھوڑنا !" وہ کہتی صحن میں رکھی چار پائی پر جا بیٹھی۔ وہ ہونک بنا اسے دیکھا رہا تھا۔ مگر دور کہیں اندر اسے اس کا یہ انداز اپنا دل چیرتا محسوس ہوا تھا۔ اسے کوئی بھی جواب دیے بغیر وہ باہر نکل گیا۔

افنان کا دل اس کے کانوں میں بج رہا تھا۔ اسے پورا یقین تھا وہ اسے گھر سے نکال باہر کرے گا۔ جب اس نے کہا کہ یہاں سے کودنا ہے تب سے ہی اس نے سوچ لیا تھا۔ عمل کا نہیں سوچا تھا، یہ سب تو اچانک ہوا تھا۔
دل بھی تو اسے دیکھتے اچانک ہی دھڑکا تھا۔۔

اسلام آباد:

دوپہر تک وہ کافی بہتر تھی۔ وہ کچن میں کھڑی دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی جب اسے باہر سے شور کی آواز آئی۔

"ڈیڈ کا فون تھا۔ وہ آرہے ہیں!" ارسلان کی پر جوش آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ ایک سایا اس کے چہرے پر لہرایا۔

NOVEL HUT

پورے گھر میں چہل پہل جاری تھی۔ پانچ سال بعد خان منزل کا لاڈلا واپس آرہا تھا۔ ہاجرہ بھی سب کے کاموں میں لگی ہوئی تھی۔ اس کی بے چینی ہر گزرتے لمحے بھرتی جا رہی تھی۔

گھڑی سوئیوں نے شام کے چار بجائے تو داخلی روش پر سیاہ رولز روئس اندر آتی نظر آئی۔ گارڈ نے پچھلا دروازہ کھولا تو وہ سرمئی تھری پیس مین آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے باہر نکلا۔ وہ ہمیشہ کی طرح ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ عمر کے اس حصے میں بھی اس نے خود کو فٹ رکھا ہوا تھا۔ اور آج بھی بہت سی لڑکیاں اس کے ساتھ کے خواب دیکھتی تھیں۔۔۔

چائے اور لوازمات پیش کرنے کے بعد وہ کمرے میں چلی گئی۔ وہ مزید اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ کمرے میں آکر اس نے سکھ کا سانس لیا۔ ورنہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر دل کرتا تھا کہ اس کی قبر بنا کر اسے بغیر

کفن کے دفن کردے۔ ابھی وہ سوچ رہی تھی جب اس کا فون بجا۔ سعد اسے کال کر رہا تھا۔ اس نے کال اٹھائی اور فون اپنے کان پر رکھا۔

"کل رات کہاں تھی!" سعد نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔ "اغوا!" ایک لفظی جواب۔ "کون۔۔۔ عمار خان!" سعد نے پوچھا تو ہاجرہ نے ہنکارہ بھرا۔ "کیا بول رہا تھا؟" سعد نے پوچھا۔ "کچھ نہیں! امی اس کے پاس ہیں! آج شام کا بولا ہے کہ دے جائے گا۔" وہ یوں بولی جیسے کسی دوسرے شخص کی بات کر رہی ہو۔ "تو تم اکیلی ہو!" سعد کو افسوس ہوا۔ "ہاں!" ہاجرہ نے آنکھ سے پھسلتے آنسو کو روکا۔

"تم فکر نہ کرو! میں آجاؤں گا گھر!"

سعد نے کہا تو ہاجرہ نے کال کاٹ دی۔۔۔

ہاجرہ کتنی ہی دیر ساکن بیٹھی رہی۔ اسے زندگی میں پہلی بار اپنا آپ اس قدر بے بس لگ رہا تھا۔ شام ہونے والی تھی۔۔۔کسی کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔۔۔

اسے یقین تھا کہ وعدہ پورا نہیں ہوگا۔۔

بھلا کوئی یوں آسانی سے بھی بات مان سکتا ہے کیا؟ مان سکتا ہے مگر وہ نہیں۔۔۔ عمار خان ان لوگوں میں سے نہیں جو آسانی سے بات مان لے۔۔۔

اگر اس کی ماں اس تک۔۔۔

ابھی وہ سوچ رہی تھی جب ارسلان خان کمرے میں داخل ہوا۔ "تم یہاں ہو اور نیچے سب تمھیں بلا رہے ہیں۔ چلو!" اس کے چہرے پر غور کیے بغیر اس کا ہاتھ پکڑے اسے نیچے لے آیا۔۔۔

خیرپور:

شام سے رات ہونے والی تھی اور وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ وہ چارپائی پر ٹانگیں سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔ جب وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس کے ہاتھ می۔ ایک نیلے رنگ کا تھیلا بھی تھا۔

اور افنان گیلانی کو جھٹکا لگا، اس کے ساتھ تین چار آدمی اور بھی تھے۔ ایک تو شکل سے مولوی لگ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر اندر بھاگی تھی۔ اس نے سب کو باہر بیٹھایا اور اندر گیا۔ جہاں وہ پریشانی سے آگے پیچھے پھر رہی تھی۔ وہ مسکرایا۔ "تیار نہیں ہوئی تم!" وہ جو اسی کا انتظار کر رہی تھی، تیزی سے اس کے پاس آئی۔ "یہ۔۔۔سب۔۔" اس سے بولا نہیں جارہا تھا۔

او خدایا!! وہ سچ میں مولوی لے آیا تھا کیا!!!

"یہ سب کیا! تم نے ہی تو کہا تھا کہ نکاح کرنا ہے۔ تو اب کیا ہوا؟" وہ اس کی بوکھلاہٹ دیکھتے محظوظ ہو رہا تھا۔ "آپ کو کوئی اعتراض نہیں کیا؟" اس نے سوال کیا تو وہ معصومیت سے نفی میں سر ہلا گیا۔ "بھلا اتنی خوبصورت لڑکی کو انکار کون کرے گا!!" وہ مسکرا کر بولتا تھیلا اسے تھاما چکا تھا۔ "اب جلدی سے تیار ہو جاؤ!" وہ کہتا باہر نکل گیا۔

عشاء کی اذان فضاء میں ہر طرف گونج رہی تھی۔ ایسے میں صحن والے گھر میں دو لوگ نکاح کے مقدس رشتے میں بندھتے اپنی زندگی کی خوشیوں کی دعا کر رہے تھے۔۔۔سامنے نکاح نامے پر دلہے کے خانے میں لکھا نام واضح نظر آرہا تھا۔

"عبدالرحمن!"

اسلام آباد:

" ویسے کیا کرتی ہو تم !" وہ ارسلان خان کے پاس بیٹھی اس کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی جب عمار خان نے اسے مخاطب کیا۔ وہ چونکی۔ دل کی رفتار تیز ہوئی اور آنکھوں میں سرخی بھر گئی۔ عمار خان نے واضح طور پر اس کے ابرو بھینچتے دیکھا۔ وہ مسکرایا۔ "جی!" اس کا "جی" غصہ لیے ہوئے تھا۔

"کیا کرتی ہو؟" عمار خان نے اپنا سوال دہرایا۔ " کچھ نہیں بس چند دن قبل ہی یونی جوائن کی ہے۔" وہ لیے دیے انداز میں جوب دے کر دوبارہ ارسلان خان کی طرف متوجہ ہوئی۔ جب " گڈ! ویسے تم خاندان کی پہلی بہو ہو جو یونی بھی جاتی ہے۔ " عمار خان نے تبصرہ کیا۔ اس تبصرے پر ارسلان نے ہاجرہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ارسلان خان نے واضح اس

کی آنکھوں میں غصے کی جھلک دیکھی تھی۔ ابھی وہ اسے کوئی جواب دے کر اس کا منہ بند کرتی جب ملازمہ ہاتھ میں کپڑے کا بستہ لیے ہال میں آئی۔

"ہاجرہ بی بی! یہ آپ کے لیے آیا ہے۔" وہ اس کے پاس بستہ رکھ کر چلی گئی۔ بستے پر ایک نوٹ لگا ہوا تھا۔ ہاجرہ ساکن ہوئی پتھرائی آنکھوں سے بس بستے کو دیکھ رہی تھی۔ مسرت بیگم بولیں۔" بس اب یہی دیکھنا باقی رہ گیا تھا کہ اب خان خاندان کی بہوؤں کو اس طرح کے تحفے تحائف موصول ہوں گے۔ اسی دن کے لیے منع کرتی تھی مگر میری سنتا کون ہے اس گھر میں!" وہ ہاتھ ہلا کر حقارت سے اسے دیکھتے بولیں تو ارسلان خان کی کنپٹی کی رگیں تن گئیں۔

" ممی!! آپ اس کے بارے میں ایسے بات نہیں کر سکتیں۔ وہ ایسی نہیں ہے، آپ اچھی طرح جانتی ہیں!" وہ اپنے ضبط کی انتہا پر تھا۔ " اگر

ایسا ہے تو پڑھے اور کھولے اسے سب کے سامنے۔" مسرت بیگم کی بات پر ارسلان نے ہاجرہ کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا۔

عمار خان بہت غور سے اس کے تاثرات کو جانچ رہا تھا۔ اس کی کنپٹی کی رگیں پھڑک رہی تھیں۔ ارسلان خان کے دباؤ پر اس نے عمار خان کو دیکھا جو اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ نوٹ اتارا اور اسے اونچی آواز میں پڑھا۔

" تمھاری چیزیں ! امید کرتا ہوں مجھے یاد رکھو گی ! !'

نوٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ اس نے ایک نظر کپڑے کے بستے کو دیکھا۔ اس کا دماغ جو اسے بتا رہا تھا وہ اسے قبول نہیں کرنا چاہتی تھی۔ " کھولو اسے !" مسرت بیگم کی آواز پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ تو ارسلان نے کہا۔ "ہاجرہ کھولو اسے !" اس نے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہ۔۔نہیں۔!" وہ خود پر سے ضبط کھو رہی تھی۔ آنسو اس کی پلکوں کی قید سے آزاد ہوتے اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ اس کے لب بری طرح کپکپاہٹ کا شکار تھے۔"نہ۔۔نہیں!" وہ بستے کو دیکھتے ہوئے ہولے ہولے بڑبڑا رہی تھی۔ اسے یوں کھڑے دیکھ ارسلان نے اپنی بات دہرائی "ہاجرہ کھولو اسے!" وہ بے دم ہوتی زمین پر بیٹھ گئی اور کانپتے ہاتھوں سے بستے کو اپنے قریب کیا۔ اس طرح کے بستے کو صرف وہ دیکھ سکتی تھی۔ اور کسی کو بھی بستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بستے کی زپ کھولی۔ اس کا چہرہ خطرناک حد تک سفید پڑ رہا تھا۔ اندر وہی سب تھا جس کا اشارہ اس کا دماغ اسے دے چکا تھا۔ بستے میں اس کی ماں کے ٹکڑے موجود تھے۔ زپ کھلتے ہی پورے ہال میں خون کی بو پھیل گئی۔

اس نے اپنے گرتے آنسوؤں کو صاف کیا۔۔۔گہرے سانس لیتے اپنے احساسات پر قابو پایا۔۔۔۔

اسے اپنی ماں کو سپرد خاک کرنا تھا۔ اسے یہاں سے نکلنا تھا۔۔۔۔وہ مسکرائی۔۔مگر اس کی آنکھوں میں ایسا سرد تاثر تھا کہ دیکھنے والے کی جان لے لے۔۔۔

"وہ۔۔وہ دوست نے بھیجا ہے۔ آج یکم اپریل ہے نا۔ اس لیے۔۔۔میں۔۔میں۔۔اسے باہر پھینک کر آتی ہوں۔۔بہت بدبو آرہی ہے۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے کہتی کسی کو بھی دیکھے بغیر بستہ لیے باہر نکل گئی۔ کسی نے اسے نہیں روکا۔ سب کو لگا وہ مذاق کر رہی ہے۔۔مگر کوئی ان کو بتائے کہ ایسے مذاق پر ہاتھ نہیں کانپتے، چہرے سفید اور دل رک نہیں جاتے۔۔۔۔

اگر وہ جان لیتے تو شاید بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے ایسی سفاکی دیکھ کر۔۔۔

وہ بستہ لیے گیٹ سے باہر نکلی۔ گلی کے کونے سے رکشہ پکڑتے وہ کچے گھر پہنچی۔ تیس منٹ کا راستہ اسے تیس دنوں کا لگا۔

خیرپور:

رکشے والے کو کرایا دے کر وہ پلٹی تو گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ بیگ اپنے سینے سے لگائے اندر داخل ہوئی۔

کوئی سرخ آنکھیں لیے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ کی مٹھی سختی سے بند کی تھی۔

ہاجرہ کا دل بہت تیز ڈھرک رہا تھا۔ یوں گویا ابھی نکل کر باہر آجائے گا۔۔۔

صحن میں سعد وقاص درمیانی قبر کھودے بیٹھا تھا۔ آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھا تو ہاجرہ چہرے پر مردہ تاثرات لیے بستے کو سینے سے لگائے کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بستہ دیکھ سعد اپنی جگہ ساکن ہوا تھا۔ اسے اس قدر سفاکی کی امید نہیں تھی۔

"نہ۔۔نہیں!" سعد نے آگے بڑھ کر اس سے بستہ لینا چاہا تو ہاجرہ نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "ہاجرہ!" سعد کی پکار پر اس نے اسے دیکھا۔ "دیر ہو رہی ہے!!" اس نے سر ہلا کر اسے تسلی دی تو ہاجرہ نے بستہ اس کے حوالے کر دیا۔۔۔۔

ہاجرہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی ماں کو سپرد خاک کیا تھا۔۔۔ وہ صحن کے کونے میں بیٹھی خاموش آنسو بہا رہی تھی۔ سعد ایجنسی تک گیا تھا۔ کوئی

NOVEL HUT

تھا جو اس وقت اسے روتا دیکھ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ہاجرہ کو کہیں چھپا دے۔ اور کبھی کسی دکھ کو اس کے قریب بھی نہ آنے دے۔

گھڑی کی سویوں نے رات کے گیارہ بجائے تو سعد کی پکار پر وہ چونکی۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "کیا ہوا؟" اس کی آواز رونے کی وجہ سے بیٹھ گئی تھی اور آنکھیں بھی سرخ اور سوجی ہوئی لگ رہی تھیں۔ "رات بہت ہو گئی ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔" ہمم! میں جا رہی تھی بس۔۔" اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چھوڑ آتا ہوں۔ رات بہت ہو گئی ہے۔ تمھارا اس وقت اکیلے جانا مناسب نہیں ہوگا۔۔" سعد نے کہتے وہ بستہ اندر کمرے میں رکھا اور باہر نکل کر گاڑی سٹارٹ کی۔

ہاجرہ نے قبروں پر فاتحہ پڑھی اور دعا مانگنے کے بعد سعد کے ساتھ آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اس کی حالت سعد کو ٹھیک نہی۔ لگی۔ "تم ٹھیک ہو!" اس کے پوچھنے پر ہاجرہ نے سر اثبات میں ہلایا اور سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کی آنکھیں موند لیں۔ اسے سکون چاہیے تھا جو اس دنیا می۔ اس کے لیے نہیں تھا۔۔۔

گاڑی خان منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ جب سعد نے ہاجرہ کو مخاطب کیا۔

"ہاجرہ!" سعد کی پکار پر اس نے ہنکارہ بھرا۔ "ہمم!"

"وہاں تین قبریں تھیں۔۔" سعد کی بات پر اس نے چہرے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا مطلب؟" اسے سمجھ نہیں آئی۔

"مطلب کہ عبدالرحمن زندہ ہے تو وہ۔۔۔وہ تیسری قبر کس کی ہے؟" ہاجرہ چونکی۔

یہ اس نے سوچا تھا مگر غور نہیں کیا۔ " تم سے کس نے کہا کہ وہ زندہ ہے۔ کیا پتا وہ مر چکا ہو! " ہاجرہ نے کہا تو سعد نے اختیاط سے سڑک کا موڑ کاٹا۔ " میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے دو تین دفعہ ہمارا تعقب کرتے دیکھا ہے۔۔" ہاجرہ نے کچھ سوچتے ہوئے اسے دیکھا۔ " کیا سوچ رہی ہو؟" سعد نے پوچھا۔ " کیا پتا اس نے خود کو عمار خان کی نظروں سے دور کرنے کے لیے یہ سب کیا ہو! " ہاجرہ نے کہا تو سعد نے سر ہلاتے سڑک پر فوکس کیا۔

NOVEL HUT

اسلام آباد:

گیارہ بجے وہ کچے گھر سے نکلی تھی اور ٹھیک گیارہ تیس پر وہ خان منزل کے باہر کھڑی تھی۔ سعد نے اسے گلی کے کونے پر اتارا تھا۔ جب ہاجرہ

خان منزل میں داخل ہوئی تو سعد ریس پر دباؤ بڑھاتے گاڑی بھگا لے گیا۔۔۔

وہ اندر آئی تو تقریبا سب ہی ہال میں بیٹھے تھے۔ اسے سب سے پہلے ارسلان خان نے اندر آتے دیکھا تھا۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اسے گلے لگایا۔ " ٹھیک ہو؟" ارسلان کے پوچھنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہاجرہ کا پورا جسم بخار کی تپش میں جل رہا تھا۔

"کافی دیر کر دی پھنکنے میں۔۔" وہ جو اپنے حواس کھو رہی تھی، عمار خان کی بات پر ہوش میں آئی۔ ارسلان خان اسے اوپر لے جا رہا تھا جب اچانک ہی وہ رکی۔ "کیا ہوا؟" ارسلان نے یقینا عمار خان کا تبصرہ نہیں سنا تھا۔ وہ اسے کوئی بھی جواب دیے بغیر عمار خان کے سامنے گئی۔

اس کی آنکھیں بخار اور غم کی شدت سے لال انگار ہو رہی تھیں۔

"کسی دن تمھیں بھی ایسا بستہ بھیجوں گی۔ پھر تم سے پوچھوں گی۔۔۔۔ کہ کافی دیر کردی پھینکنے میں!" وہ سرد لہجے میں یوں بولی کہ عمار خان کے علاوہ اور کسی نے نہیں سنا۔

"ہاجرہ کیا ہوا؟" ارسلان نے اس کے پاس آتے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس سسر جی کو اللہ حافظ کہہ رہی تھی!" وہ عمار خان کی آنکھوں میں دیکھتے سرد لہجے میں بولی تو عمار خان نے ضبط سے اپنی مٹھی بھینچی۔

اس پر ایک نظر ڈالتے وہ ارسلان خان کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اسے بخار تھا جس کی وجہ سے وہ ساری رات سوتی جاگتی کیفیت میں رہی تھی۔اس کی طبیعت کی وجہ سے ارسلان نے اسے سختی سے یونی جانے منع کیا تھا۔

وہ سو کر اٹھی تو ارسلان خان آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

وہ بستر میں لیٹے نیند سے بھری آنکھیں لیے ارسلان خان کو دیکھ رہی تھی جو آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال بنا رہا تھا۔ خود پر کسی کی نظریں محسوس کرتے وہ پلٹا تو دیکھا کہ ہاجرہ اسے ہی دیکھ رہی ہے۔ وہ مسکرایا اور اس کے پاس گیا۔ " اب کیسا فیل کر رہی ہو؟" ارسلان نے اپنا ہاتھ اس کے ماتھے پر رکھتے اس کا بخار چیک کرتے پوچھا۔ " ٹھیک ہوں !"اس نے جواب دیا اور ارسلان کا ہاتھ اپنے ماتھے سے ہٹا کر اپنے ہاتھ میں لیا۔

ارسلان اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ کیا کرنا چاہ رہی تھی، اسے سمجھ نہیں آیا۔ " آ۔آپ مجھے خود سے دور کر دیں گے؟" اس نے آنکھوں میں خوف لیے پوچھا تو ارسلان کو اس پر پیار آیا۔ " میں کیوں تمھیں خود سے دور کروں گا؟" ارسلان نے الٹا سوال کیا۔

"کیوں نہیں کریں گے؟" ہاجرہ نے اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی۔
ارسلان خان کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ "کیونکہ میں مرنا نہیں چاہتا!"
وہ محبت بھرے لہجے میں بولا۔ اس کی بات ہاجرہ یامین کے سر سے گزر گئی۔ "کیا مطلب؟" اس نے پوچھا تو ارسلان خان مسکرایا۔ "مطلب یہ کہ کیا سانس کے بغیر کوئی زندہ رہ سکتا ہے!" اس کی بات پر ہاجرہ نے نفی میں سرہلایا۔ "بلکل اسی طرح تم سانس ہو میری اگر تمہیں خود سے دور کر دیا تو خود کیسے زندہ رہوں گا!"

اس کی بات پر ہاجرہ رونے لگی۔ ارسلان پریشان ہوا۔ کیونکہ وہ ہنس بھی رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔ "اب کیا ہوا؟" اس نے پوچھا تو ہاجرہ نے نفی میں سرہلایا۔ "دل بند کر دیتی ہو یار!" وہ نفی میں سرہلاتا مسکرایا۔ ہاجرہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ ارسلان خان نے جھک کر اس کے ماتھا کو چوما اور پیچھے ہوا۔ ہاجرہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ "مت جائیں آج!" وہ جو

کمرے سے باہر نکل رہا تھا، اس کی آواز پر رک کر اسے دیکھا۔ ہاجرہ نے پہلے کبھی اسے یوں روکا نہیں تھا۔

"کیوں!" اس نے پوچھا تو ہاجرہ کو ہوش آیا۔ وہ بے دیھانی میں بول کر اب بچتا رہی تھی۔ "وی۔۔ویسے ہی۔" وہ چہرہ جھکا کر بولی تو ارسلان خان مسکرایا اور قدم قدم چلتا اس کے پاس آیا۔ ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا جھکا چہرہ اٹھایا تو اس کا شرم سے سرخ چہرہ اس کے سامنے آیا۔

"آج جلدی آجاؤں گا!" اس کے کان میں سرگوشی کرتا وہ کمرے سے نکل گیا۔

NOVEL HUT

۔ اس کے جانے کے بعد کتنی دیر وہ اسے سوچ کر مسکراتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چائے کی طلب لیے کچن میں گئی۔ بخار اب بھی تھا مگر وہ پہلے سے کافی بہتر تھی۔

چائے کا پانی چڑھا کر وہ دودھ لینے پلٹی تو چونکی۔

عمار خان کچن کے دروازے پر کھڑا اسے سرد نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ہاجرہ کے ماتھے پر کئی بل ایک ساتھ نمودار ہوئے اور ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ چہرہ غصے سے سرخ پڑنے لگا۔ "کمال ہے بہو! اتنا سرخ ہورہی ہو۔ " وہ مسکرکر کہتا کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ہاجرہ نے گہرا سانس بھرا اور دودھ نکال کر صلیب پر رکھتے باہر نکلی۔

" ایک کپ میرے لیے بھی!" عمار خان کی آواز پر اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔ "میں تمہاری نوکر نہیں ہوں۔۔۔خود بنا لو!"

وہ سرد لہجے میں بول کر پلٹی تھی۔ جب عمار خان آنکھوں میں غصہ لیے پھرتی سے اس کے پاس آیا اور اسے بازو سے پکڑ کر اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔ "واللہ! میری ماں نے بھی کبھی اس لہجے میں مجھ سے بات نہیں کی!" وہ غرایا۔ اس کی گرفت بہت سخت تھی۔ ہاجرہ کو اپنا بازو ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔ ہاجرہ نے اپنے آنسوؤں کو بمشکل روکا تھا۔ اسے خوف آ

رہا تھا مگر خود پر ضبط کیے کھڑی رہی۔ " اگر کر لی ہوتی تو آج یہ نوبت نہ آتی !" وہ بھی اسی انداز میں غرا کر بولی تو عمار خان نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔ " بہت زبان چل رہی ہے۔ کوئی بات نہیں۔۔۔چند دن بعد جب تم میری دسترس میں ہوگی۔۔۔تب اسے لگام ڈالوں گا۔۔۔اور میری لگام ڈالیں چیز اپنی حد پار نہیں کرتیں !!"

اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ سرد لہجے میں بولا تو اگلے ہی پل ہاجرہ نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ اس کی گرفت سے نکلی۔ " خبردار ! آئندہ اگر تم نے یہ الفاظ اپنی زبان پر لائے تو۔۔" وہ غصے سے تیز لہجے میں بولی تو عمار خان نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس دو ٹکے کی لڑکی کو جان سے مار ڈالے۔ " تو کیا کرو گی تم !" عمار خان نے قدم اس کی طرف بڑھائے۔

ہاجرہ نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا "تو میں تمھاری۔۔۔۔ زبان گدی۔۔۔۔ سے کھینچ لوں گی۔ اور میں۔۔۔۔ایسا کروں گی۔۔۔۔کیونکہ تم۔۔۔۔ابھی جانتے نہیں ہو کہ۔۔۔۔ہاجرہ یامین کون۔۔۔۔ہے!" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولتی کچن سے باہر نکل گئی۔

" تمھیں اس کی قیمت چکانی پڑے گی، ہاجرہ یامین!" اسے اپنے پیچھے عمار خان کی آواز آئی مگر وہ ان سنی کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ چولہے پر پڑا چائے کا پانی اب کے جل رہا تھا۔ اس کی بو عمار خان کو ناگوار گزر رہی تھی۔ اور جو چیز اسے ناگوار گزرتی وہ اس کا وجود اس دنیا سے ختم کر دیتا تھا۔۔۔۔

اس سب کے دوران کوئی تھا جو خاموشی سے عمار خان کی تلاش میں تھا۔ دن بدن وہ اس کی گردن کے نزدیک آتا جا رہا تھا۔

اس کے بعد وہ سارا دن کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ اسے وحشت ہو رہی تھی۔ وہ یہاں سے کہیں دور بھاگ جانا چاہتی تھی۔ اسے دو بار ملازم کھانے پر بلانے کے لیے آئے مگر اس نے منع کر دیا۔ وہ عمار خان کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

رات ارسلان خان کمرے میں آیا تو وہ بستر میں ڈبکی سو رہی تھی۔ ارسلان خان اس کے پاس آیا اور فکر مندی سے اس کا ماتھا چھوا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔

اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اس کی دوا دیکھی جو جوں کی توں رکھی تھی۔

ہاجرہ کی لاپروائی پر وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"ہاجرہ!" اس کی اونچی پکار پر ہاجرہ نے سہم کر آنکھیں کھولیں۔ اسے لگا عمار خان اسے مارنے آیا ہے۔ وہ کچن والے واقعے کے بعد سے خوفزدہ

NOVEL HUT

تھی۔ ارسلان خان کو خود پر جھکا دیکھ اس نے سکھ کا سانس بھرا۔ اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر اس کی کنپٹی میں جذب ہوا۔ ارسلان خان نے اس کے آنسو صاف کیے۔ "ڈرا دیا؟" اس کے پوچھنے پر ہاجرہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

" ایم سوری !" ارسلان نے نرمی سے کہتے اسے اپنے گلے لگایا۔

ارسلان خان نے محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی تھی۔ زرہ زرہ سی بات ہو رونے لگتی تھی۔

" کھانا کھایا؟" اسے خود سے الگ کرتے پوچھا تو ہاجرہ نے ڈھٹائی سے نفی میں سر ہلایا۔ ارسلان خان کا اس کی ڈھٹائی پر دماغ گھوما۔ "کیوں نہیں کھایا ! بول کر گیا تھا اس لیے؟" ارسلان نے اسے جھڑکا تو ہاجرہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تو ارسلان کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ " تم ٹھیک کیسے ہوگی یار !" اس نے سمجھاتے ہوئے کہا تو ہاجرہ بولی۔" میں ٹھیک نہیں

ہونا چاہتی !" اس کی بات پر ارسلان نے اسے غصے سے گھورا۔ "کس خوشی میں ٹھیک نہیں ہونا ! اب دوبارہ تمھارے منہ سے یہ بات نہ سنوں۔" ارسلان کے غصے سے کہنے پر ہاجرہ نے اثبات میں سرہلایا اور بستر سے اترنے لگی۔ تو ارسلان نے اسے روکا۔

" اچھا اب ناراض نہیں ہو۔ تم فریش ہو آؤ، میں کھانا لاتا ہوں" اس کے ماتھے پر پیار کرتے وہ کمرے سے باہر نکلا تو ہاجرہ بھی فریش ہونے چلی گئی۔۔۔

NOVEL HUT

ارسلان نے ساری رات اس کا خیال رکھا تو صبح تک وہ بلکل ٹھیک ہو چکی تھی۔ شام ہونے والی تھی۔ خان منزل میں رات کے کھانے کی تیاری زور و شور سے جاری تھیں۔ سب کے گھر آنے کا وقت ہونے والا تھا۔ ہاجرہ کچن سے نکل کر اپنے کمرے میں تیار ہونے جارہی تھی۔ جب کسی نے

پیچھے سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کی طرف کھینچا۔ وہ اس کے ساتھ کھینچتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر مقابل کی گرفت سخت تھی۔

سٹور روم میں لا کر اسے زور سے زمین پر پھینکا۔ وہ سٹور کے آخری کونے میں جا گری۔ اس کا سر پیچھے پڑے سٹول سے زور سے لگا تھا۔

"آہ!!" وہ کراہی تھی۔ وہ شخص اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ اس شخص کو اپنے سامنے دیکھ اس کا منہ بند ہوا۔

وہ عمار خان تھا!!

اس کا سب سے بھیانک خواب!!

اس نے کیسے سوچ لیا کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھائے گی اور وہ چپ رہ جائے گا۔ قدم قدم چلتا وہ اس کے پاس آیا۔ اور اپنے ہاتھ میں پکڑے لائیٹر کو اس کی نظروں کے سامنے کیا۔ اسے کچھ بھی سمجھنے کا موقعہ دیے بغیر اس نے

دروازے کے ساتھ رکھے روئی کے گولے پر آگ لگائی اور دروازہ بند کرتے باہر نکل گیا۔۔۔۔جاتے وقت وہ دروازہ باہر سے لاک کرنا نہیں بھولا۔۔۔

اس کے سر کا درد بڑھ رہا تھا۔ اس نے زمین پر گرے ہی درد کرتے سر کو چھوا تو انگلیاں خون سے بڑھ گئیں۔ اسے اپنے حواس جاتے ہوئے محسوس ہوئے۔ آگ تیزی سے پھیل رہی تھی۔ پورے کمرے میں دھواں بھر گیا۔ شاید وہ کچھ چھڑک کر گیا تھا۔ درد اور دھواں کی وجہ سے اس کی حلق سے آواز بھی نہ نکلی۔

بند ہوتی آنکھوں سے اس نے کچھ بجنے کی آواز سنی تھی۔ جیسے کوئی کھڑکی پر زوردار چیز مار رہا ہو۔۔۔

اس کے بعد وہ بے ہوش گئی۔ اس کا سر ٹیبل سے جا لگا۔۔۔

رات کے کھانے پر سب موجود تھے۔ ارسلان بے چینی سے آگے پیچھے دیکھتے ہاجرہ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کی بے چینی دیکھتے عمار خان نے اسے

مخاطب کیا "کیا ہوا برخوردار!" عمار خان کی آواز پر وہ چونکا۔ "کچھ نہیں ڈیڈ!" وہ کہتا کھانے پر جھک گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ کمرے میں ہاجرہ کا انتظار کر رہا تھا جو آ ہی نہیں رہی تھی۔

ارسلان خان کا انتظار اور غصے سے برا حال تھا۔ جب اس کی بس ہوئی تو وہ ہاجرہ کو ڈھونڈنے کی نیت سے باہر نکلا۔ اس کے کمرے کو چھوڑ تین کمروں بعد سٹور روم تھا۔ جہاں وہ بند تھی۔ سٹور روم کے پاس سے گزر کر زینے تھے۔

ارسلان ابھی زینوں تک آیا جب اس کے نتھنوں سے کوئی بو ٹکرائی۔ اس نے چونک کر پیچھے دیکھا تو سٹور روم کے دروازے کے نیچے سے دھواں باہر آ رہا تھا۔ اس کا دماغ بھک سے اڑا۔۔

وہ دوڑ کر دروازے کے پاس گیا اور اسے کھولنا چاہا۔ مگر دروازہ بند تھا۔ "ہاجرہ دروازہ کھولو!" اس نے اسے آواز دی مگر بے سود۔ ارسلان

نے دروازہ توڑنا چاہا۔ تیسرے دھکے پر دروازہ ٹوٹتا ہوا دیوار کے ساتھ جا لگا۔

سامنے کا منظر دیکھ ارسلان کو اپنی جان جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔ کمرہ دھوئیں بھرا ہوا تھا۔ اس نے نظر پھیر کر دیکھا تو اس کے دل پر ایک کھونسہ پڑا۔ ہاجرہ میز کے پاس گری ہوئی تھی اور اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اس کا سر اپنی گود میں رکھتے اس کا چہرہ تھتھپایا۔ "ہاجرہ! اٹھو!!" اس کی پکار پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ ویسے ہی بے سد پڑی رہی۔

ارسلان خان کو محسوس ہوا کہ ہاجرہ کی سانس نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ اسے گود میں بھرتے باہر کو بھاگا تھا۔ اس افراتفری میں وہ سٹور کی کھڑکی کا ٹوٹا ہوا شیشہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ ارسلان خان کے وہاں سے جاتے ہی کوئی تھا جو سٹور روم کی ٹوٹی کھڑکی پار کرتا باہر نکلا۔۔۔۔

NOVEL HUT

ہاجرہ نے آنکھیں کھولیں تو اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے اٹھنے کی کوشش کی تو ارسلان خان جو اسے ہوش میں آتے دیکھ چکا تھا، اس کی طرف لپکا۔ "تم ٹھیک نہیں ہو۔ لیٹی رہو!!" ارسلان نے فکر مندی سے کہتے اسے لیٹایا۔ اور اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ ہاجرہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اس کی کنپٹی میں جذب ہونے لگے۔ وہ بنا آواز کے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا۔ ارسلان خان نے اسے دیکھا۔ وہ ہاجرہ کو اس حال میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ اسے ہنستے، مسکراتے ہی اچھی لگتی تھی۔ یوں بیمار نہیں۔ اس نے اس کے ماتھے پر نرمی سے پیار کیا اور سر سہلانے لگا۔ "کیا ہوا تھا!!" اس نے نرمی سے پوچھا تو ہاجرہ نے بمشکل اپنی بات اسے بتائی۔

"آ۔۔۔آگ ۔۔۔۔لگ۔۔۔گئی۔۔۔ تھی!" وہ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے لڑکھڑاتے ہوئے بولی۔ "کیسے لگی؟" ارسلان خان نے پھر سوال کیا۔

"عمار۔۔خ۔۔خان۔۔۔نے۔۔۔لگائی!" وہ کانپتے ہوئے بولی تھی۔ اس کے لہجے میں چھپا خوف ارسلان خان نے اچھی طرح محسوس کیا۔ اس کی بات پر ارسلان خان کی رگیں تن گئیں۔ "کس نے لگائی!" اس نے ضبط سے دوبارہ پوچھا۔

"عمار۔۔۔خ۔ خان۔۔۔نے!" ہاجرہ نے آنکھیں سختی سے بند کرتے جواب دیا۔ اس کی پلکھیں لرز رہیں تھی۔ ارسلان خان نے اپنے غصے پر قابو کیا۔ ہاجرہ اس وقت اس کا غصہ نہیں برداشت کر سکتی تھی۔

"تمھیں غلط فہمی ہوئی ہو گی، ہاجرہ! ڈیڈ ایسے کیوں کریں گے؟" اس نے پیار سے سمجھاتے اس کا سر سہلایا تو ہاجرہ کانپ کر رہ گئی۔ وہ جانتی تھی ارسلان خان اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا۔ اس لیے وہ چپ کر گئی۔

اس کا یوں چپ رہ جانا اس کے اپنے دل کو ہزار ٹکروں میں توڑ گیا تھا۔۔۔۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ارسلان کو لگا وہ آرام کرنا چاہتی ہے۔ وہ نرمی سے اس کے بال سہلاتا رہا۔ ہاجرہ ہچکیاں لے رہی تھی۔ اس بند آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ ارسلان خان نے نرمی سے اسے خود سے لگایا۔ اسے لگا کوئی اس کا دل نچوڑ رہا ہے۔ جس کی تکلیف وہ آنسوؤں کو نکال کر کم کر رہی تھی۔۔۔۔

وہ جانتی تھی ارسلان خان اس کا نہیں تھا۔۔۔

اس نے سمجھوتہ کر لیا تھا۔۔۔پھر یہ درد کیوں تھا۔۔۔

"میں ہی کیوں!" اس نے سوچا۔ ارسلان خان نے دیکھا اس کا لرزتا وجود تھوڑی دیر بعد پر سکون ہوگیا۔۔۔

مگر یہ تو وہی جانتی تھی کہ وہ کتنی بے سکون تھی۔۔۔

رات ہر لمحہ گزرتی جارہی تھی۔ اسی رات میں وہ بھی کہیں گزرنا چاہتی تھی۔۔۔

اگلے دو دن اس نے ارسلان خان سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کی یہ بے رخی ارسلان کی برداشت سے باہر تھی، مگر وہ بھی تو اس کے ڈیڈ کی بات کر رہی تھی۔ جسے اس نے پانچ سال بعد دوبارہ پایا تھا۔ وہ کیسے ان کی خلاف کوئی لفظ سن سکتا تھا۔

NOVEL HUT

" کمبختوں!! کہاں مرے ہوئے ہو سارے!! کون ہے جو ہمارے پیچھے آ رہا ہے اور اب تک زندہ کیوں ہے!!" خان کی دھار پر علی احمد کے ہاتھ سے فون چھوٹے بچا۔" جی! خان۔" وہ تابداری سے سر ہلا کر کہتا عمار خان کو مزید طیش دلا گیا۔" کیا خان!! ہاں!!" وہ غرایا۔" تمھارے

پاس کل دوپہر تک کا وقت ہے ! مجھے وہ بندہ ہر حال میں اپنے قدموں میں چاہیے۔۔۔ورنہ خود کو اور اس عباس آفندی کو تیار رکھنا ! !" وہ شدید غصے میں تھا۔

ارسلان خان آفس سے ابھی واپس آیا تھا۔ اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا جب ملازمہ کی آواز پر اس کے چلتے قدم رکے۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو ! بڑے صاب ایسے کیوں کریں گے؟" ایک نے دوسری سے پوچھا۔ " ارے ! میں نے خود اپنی آنکھوں سے صاب کو ہاجرہ بی بی کو سٹور میں لے جاتے دیکھا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دروازہ باہر سے بند کر گئے تھے۔" وہ شاید اور بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر ارسلان خان آنکھوں میں خون لیے عمار خان کے کمرے کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔۔۔

وہ ایک دھاڑ سے دروازہ کھولتے اندر آیا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا اور کنپٹی کی رگیں تنی ہوئیں تھیں۔ عمار خان جو فون پر کسی سے بات کر رہا تھا، چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ارسلان خان کو سرخ چہرے سے خود کر گھورتے پا کر اس نے فون بند کیا۔ "میں بعد میں بات کرتا ہوں تم سے!"

اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔ "کیا ہوا برخوردار!" اس نے ارسلان خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ جسے ارسلان خان نے جھٹکا تھا۔ "آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں!!" وہ غصے سے چلایا تو عمار خان کی آنکھوں میں غصے کی ایک جھلک لہرائی۔ اس نے ایک نظر اپنے جھٹکے ہاتھ کو دیکھا۔ "کیا کیا ہے میں نے، جان سکتا ہوں۔" وہ تحمل سے بولا تو ارسلان خان نے بمشکل خود کو کچھ غلط کرنے سے روکا۔

"آپ اچھے سے جانتے ہیں کہ آپ نے کیا کیا ہے!" وہ بولا تو عمار خان گہرا سانس بھرتا صوفے پر جا بیٹھا۔ اسے بھی اشارے سے بیٹھنے کا بولا۔ "بیٹھو! اور آرام سے مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے!" وہ بولا تو ارسلان خان بیٹھ گیا۔ "کیا ہوا ہے؟" عمار خان نے دوبارہ پوچھا۔

"آپ نے ہاجرہ کو سٹور روم میں کیوں بند کیا؟ جان سکتا ہوں!" ارسلان خان نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "دیکھو میں۔۔۔" عمار خان بولا جب ارسلان خان نے درشتگی سے اس کی بات کاٹی۔ "آپ کہ ہمت کیسے ہوئی۔ وہ میری بیوی ہے! آئندہ اگر آپ نے ایسا کچھ بھی کیا تو۔۔۔ انجام۔۔۔ کے ذمہ دار آپ۔۔۔ ہوں گے!" وہ اپنی ایک ایک بات پر زور دے کر کہتا دروازے کی طرف بڑھا۔ جب عمار خان کی بات پر رک کر اسے دیکھا۔ "تم اس لڑکی کے لیے اپنے باپ سے اس لہجے میں بات کرو گے اب! ہاں!! اوقات کیا ہے اس لڑکی کی آخر جو تم

اس کو اپنے باپ پر فوقیت دے رہے ہو۔۔۔" ابھی وہ بول رہا تھا جب ارسلان خان نے اس کی بات کاٹی۔

" اپنی زبان سنبھالیں، میں اس سے زیادہ آپ کی بکواس برداشت نہیں کرسکتا ! !" وہ سختی سے اسے باور کروا رہا تھا۔ عمار خان نے ایک تنزیہ نگاہ اس پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ " میں اپنی زبان سنبھالوں مگر تم اپنی بیوی نہیں !" ارسلان نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

" تمھاری ماں اسے کہاں سے لائی تھی، جانتے ہو؟ وہ کیا جگہ تھی؟ وہاں کیا کچھ ہوتا ہے، کچھ جانتے ہو تم ! !" اس کا ایک ایک لفظ ارسلان خان کو اپنے دل پر لگتا محسوس ہوا۔

" جسم فروشی کے لیے خیرپور اپنی مثال آپ ہے، اور خوش قسمتی سے تمھاری بیوی اس دھندے کی سردار رہ چکی ہے ! !" ارسلان کو لگا کوئی اس کا دل پھاڑ رہا ہے۔ یہ کیسا انکشاف تھا ! ! ہاجرہ نے اس سے۔۔۔

وہ سوچنے سمجھنے کی حالت میں نہیں تھا۔ وہ ساکت کھڑا ایک ٹک اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا باپ کیسے اس کی عزت کے پرخچے اڑا رہا تھا۔ اور وہ بے شرموں کی طرح چپ چاپ کھڑا سن رہا تھا۔۔۔

یہ خیال آتے ہی وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح عمار خان پر جھپٹا اور اس کے گریبان سے جکڑا۔ "ہمت کیسے ہوئی اس کے لیے ایسے لفظ استعمال کرنے کی!!! میں جان لے لوں گا تمہاری!!" عمار خان نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی، ارسلان خان نے ایک جھٹکے سے اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔ اور سختی سے اس کا جبڑا دبوچا۔ "آئندہ۔۔۔اگر۔۔آپ مجھے اس کے آس پاس بھی نظر آئے تو۔۔۔آپ اس دنیا میں نظر نہ آئیں۔۔۔میں اس امر کو یقینی بناؤں گا!" اس کے کان میں سرد سی سرگوشی کرتے وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولتا، جھٹکے سے اسے چھوڑتا باہر نکل

گیا۔ اس کے دل میں شک کا پہلا بیج بو دیا گیا تھا۔ اب کہ ہاجرہ یامین پر تھا کہ وہ اس کو نکالتی ہے یا پھر پروان چڑھاتی ہے۔۔۔

یہ عمار خان کی خام خیالی تھی کہ وہ ارسلان کو ہاجرہ یامین سے بدگمان کر دے گا۔

ارسلان خان کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تو باہر جاتی ہاجرہ، زور سے اس کے سینے سے ٹکرائی۔ اسے دن میں تارے نظر آتے محسوس ہوئے۔ " ایم سوری ! لگی تو نہیں۔" وہ اپنی ناک پکڑے نیچے جھکی ہوئی تھی، ارسلان نے اسے کندھے سے پکڑ کر سیدھا کیا تو اسکی بھیگی آنکھیں سامنے آئی۔ " زیادہ زور سے لگ گئی کیا !" اس نے فکرمندی سے پوچھتے اسے کمرے میں صوفے پر بیٹھایا۔ اس کے آنسو صاف کیے۔ ہاجرہ کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ مسکرایا۔ " ایم سوری !" اس نے کان پکڑتے کہا۔

" ہم کہیں باہر جاسکتے ؟" اس نے ڈرتے ہوئے ہوچھا۔

"اوکے چلو!" وہ تو تیار بیٹھا تھا۔ جانتا تھا کہ ہاجرہ اس سے ناراض ہے اور اسے نظر انداز کررہی۔۔۔

"میں کچھ دنوں کے لیے یہاں سے جانا چاہتی ہوں!"

اس نے ڈرتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت دی۔ اس کی وضاحت پر ارسلان خان کے لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ بکھری تھی۔ "واہ! تم پہلی بیوی ہو جو خود جانے کا بول رہی ہے!" اس کے ذو معنی انداز پر ہاجرہ چونکی۔ "میرا وہ مطلب۔۔"

" اچھے سے جانتا ہوں کہ میری بیوی کا کیا مطلب تھا!!" وہ شرارت سے بولا تو ہاجرہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

" اوکے نہیں بولتا! " اس نے ہاتھ کھڑے کرتے کہا۔ " تم کل جا کر ضرورت کا سامان لے آؤ پھر ہم پرسوں تک نکل جائیں گے!" اس کا چہرہ

اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے وہ نرمی سے بولا۔ ہاجرہ مسکرائی تو ارسلان نے جھک کر اس کا ماتھا چوما۔۔۔

روات:

رات کا دوسرا پہر تھا۔ جب وہ دبے قدموں اس گھر میں داخل ہوا۔ وہ ایک نقاب پوش تھا جس کے بواب سے سرمئی آنکھیں جھانکتی تھیں۔ وہ پورے گھر کی تلاشی لیتے گھر کے مالک کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بستر میں دبا خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ اس نے اپنی پسٹل نکال کر نشانہ لیا۔ فائر سیدھا سائیڈ میز پر رکھے گلدان پر جا لگا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اپنے سامنے نواب پوش کے ہاتھ میں پسٹل دیکھ اس کی ساری نیند ہوا ہوئی۔

"کک۔۔کیا۔۔چاہیے!" اس نے ہاتھ کھڑے کرتے کہا۔ "جیسا میں بولوں ویسا کرو۔۔ورنہ۔۔۔" ابھی وہ بول رہا تھا کہ وہ بھاگتا ہوا بستر سے اتر کر اس کے قدموں میں آبیٹھا۔

"مج۔۔مجھے مت۔۔مارو۔۔تم جو کہو گے کروں گا۔۔" وہ اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔۔۔

گھڑی کی سوئیاں رات کے بارہ بجا رہی تھیں۔ عمار خان اپنے کمرے میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ مسرت بیگم اس کی طرف پشت کیے سو رہی تھیں، جب فون کے بجنے پر عمار خان نے ہاتھ مار کر فون اپنے تکیے کے نیچے سے برآمد کیا۔ نیند سے بھری آنکھیں لیے اس نے نمبر دیکھا تو اس کی ساری نیند کہیں دور جا سوئی۔

"علی احمد!"

وہ بستر سے اترتے بالکونی کی طرف گیا اور دروازہ بند کرتے فون اٹھایا۔ "ہاں بولو کون مرگیا ہے اس وقت!" اس نے دبی آواز میں اسے جھڑکا۔ "خا۔۔خان۔۔۔وہ۔۔۔" علی احمد نے کانپتے ہوئے کہا تو عمار خان کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ "اب بک بھی چکو کون مرا!!" وہ غرایا۔ علی احمد نے ایک نظر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ جو اسے اندر جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس نے واش روم میں جا کر دروازہ بند کردیا۔ "خان گودام میں۔۔۔۔" ابھی وہ کچھ بولتا جب اچانک ہی کوئی باہر سے دروازہ دھڑدھڑانے لگا۔ دوسرے دھکے پر باتھ روم کا دروازہ اڑتا ہوا دیوار کے ساتھ جا لگا۔ علی احمد کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ سیاہ نقاب میں سے جھانکتی سرمئی آنکھیں اس وقت سرخ پڑ رہیں تھیں۔ علی احمد نے اسے روکنے کو اپنا منہ کھولا تھا جب اس نے ٹرگر دبا دیا۔ گولی علی احمد کے سینے پر جا کر پیوست ہوئی تو وہ بے دم ہو کر نیچے گرا۔

دوسری طرف عمار خان ساکت کھڑا تھا۔ علی احمد اس کا لیفٹ ہینڈ تھا۔ جو کہ مر چکا تھا۔۔۔

اس نے گرا فون اپنے کان سے لگایا۔

"تیار رہنا ! کیونکہ اگلی باری۔۔۔ تمہاری ہے !" نقاب پوش سرد لہجے میں بولتا، فون پانی میں پھینکتا باہر نکلا۔۔۔

عمار خان کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی۔ غصے سے اس کی کنپٹی کی رگیں تن گئیں تھیں۔ اور آنکھوں میں تپش لہرا رہا تھا۔ کوئی مرنے والا تھا۔۔۔

NOVEL HUT

کون تھا جو اس کی گردن کے بلکل نیچے سانس لے رہا تھا اور اب تک زندہ تھا۔ شاید اب وقت آگیا تھا کہ وہ اپنی نیند سے بیدار ہو جائے۔ اور اس سے ٹکر لینے والوں کو ابدی نیند سلا دے۔۔۔

ناشتے کے میز پر تمام اہل خانہ براجمان تھا۔ ہاجرہ کے چہرے کی مسکراہٹ پر عمار خان کا ناشتہ زہر ہوا تھا۔ وہ مسکرا مسکرا کر اسے بار بار کچھ نہ کچھ سرو کر رہی تھی۔ "ڈیڈ یہ لیں نا! میں نے خود بنائے ہیں۔ خاص آپ کے لیے۔ ارسلان بتا رہے تھے آپ کو بہت پسند ہے!" وہ کہتی چیز آملیٹ اس کے سامنے رکھ رہی تھی۔ پھر جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی "ویسے زہر ڈالا تو ہے مگر لگتا نہیں کہ تم پر اثر ہوگا!" وہ مسکرا کر کہتی پیچھے ہٹی تو ارسلان جو کب سے اپنے ڈیڈ کی درگت بنتے دیکھ رہا تھا، بول پڑا۔ "ہاجرہ کھانا کھا لو پھر تم نے جانا بھی ہے۔"

"جی!" وہ فرمانبرداری سے کہتی ارسلان کے ساتھ والی کرسی پر جا بیٹھی۔ سب باتیں کرتے ناشتہ کر رہے تھے۔ جب عمار خان کا فون بجا۔ اس نے اٹھا کر فون کان سے لگایا۔

" خان ! گودام میں آگ لگ گئی ہے ! " کہتے ہی گولی کی آواز آئی۔ اور خاموشی چھا گئی۔ "تیار رہنا ! اگلی۔۔باری۔۔ تمہاری ہے ! " باور کرواتا لہجا۔ مگر آواز مختلف تھی اس بار۔ ہاجرہ نے اس کا سفید پڑتا چہرہ بغور دیکھا تھا۔ وہ مسکرائی اور اس کی یہ مسکراہٹ عمار خان کی نظروں میں آگئی تھی۔۔۔

روات:

اب وہ عباس آفندی کے گھر موجود تھا۔ جسے اس نے یرغمال بنا رکھا تھا۔ اور عین اس کے سر پر پسٹل تانے کھڑا تھا۔ " دیکھو ! جو تم نے کہا وہ میں۔ نے۔۔۔" ابھی وہ بولتا جب اس۔ ے ٹرگر دبا دیا۔ گولی اس کا بھیجا چیرتی باہر نکلی تھی۔ "پتہ نہیں تم لوگ اعتبار کیسے کر لیتے ہو ! "تنفر سے کہتا اب وہ صبح کی روشنی میں غائب ہونے جا رہا تھا۔

اسلام آباد:

ناشتے کے بعد ارسلان اسے مال چھوڑ کر آفس چلا گیا۔

اسے مال میں کافی دیر لگ گئی۔ وہ آخری دکان سے باہر نکلی تو اس کا فون بجا۔ اس نے دیکھا تو سعد کی کال آرہی تھی۔ اس نے کال اٹھا کر فون کان سے لگایا۔

"ہاجرہ ڈونٹ ریئیکٹ! عبدالرحمن تمہارے آس پاس ہے۔" وہ کہتا فون رکھ چکا تھا۔ ہاجرہ چند پل تو اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی پھر وہ فوڈ کورٹ میں چلی گئی۔ آرڈر دے کر وہ بیٹھے انتظار کرنے لگی۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب سیاہ نقاب پہنے کوئی آکر اس کے سامنے بیٹھا۔ ہاجرہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ نقاب سے جھانکتی سرمئی

آنکھیں واضح تھیں۔ "جی!" ہاجرہ نے سختی سے استفار کیا تو اس نے اپنا نقاب اتارا۔۔۔

وہ عبدالرحمن تھا!!

ہاجرہ کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔۔۔

دو ماہ پہلے:

اس دن عبدالرحمن جلدی نکل گیا تھا۔ ہاجرہ کی ابھی ایک کلاس رہتی تھی مگر چونکہ وہ فری ہو چکا تھا، اسی لیے وہ جلدی نکل گیا۔ ایک ہاتھ سے کندھے پر بیگ کو تھامے دوسرا ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے وہ کوئی دھن گنگناتا آگے بڑھ رہا تھا۔

اندر داخل ہو کر اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے وہ پلٹا۔ اسے لگا کسی نے اس کے سینے سے دل کھینچ کر باہر نکال دیا ہو۔ کچے گھر کے صحن میں بن یامین اور

گل مینے خون میں لت پت بے جان پڑے تھے۔ ان دونوں کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ یوں گویا ان کے سر پر کوئی بھاری چیز ماری گئی ہو۔ اور کپڑے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ ان آنکھوں میں یہ منظر سما گیا۔ اس کے کندھے سے بیگ چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ ابھی وہ صرف چوبیس سال کا تھا۔

ابھی اس نے زندگی میں قدم رکھا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے چلنا سکھانے والے اس دنیا میں اسے اکیلا کر گئے تھے۔اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا اور پھر کتنے آنسو بہے اسے یاد نہیں۔۔۔
کس طرح صحن میں قبر بنائی۔ کس طرح اکیلے ان کا جنازہ پڑھ کر سپرد خاک کیا۔۔۔

اسے کچھ یاد نہ تھا۔ اسے ہاجرہ بھی بھول چکی تھی۔۔۔۔

رات گزر چکی تھی۔ دور مسجد سے فجر کی اذانوں کی آواز آرہی تھی۔ اور وہ کچے گھر کے صحن میں ان دونوں قبروں کے سامنے بیٹھا انھیں گھور رہا تھا۔

اس کے کپڑے مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔ یہ وہ عبدالرحمن تھا جو اپنے کپڑوں پر ایک سلوٹ بھی برداشت نہیں کرتا تھا اور آج یوں تھا گویا کوئی لاش ہو۔۔۔

کوئی روح ہو۔۔۔جسے جسم کی قید سے آزادی مل گئی ہو اور اب فرست سے اپنے ہی جسم کو دیکھ رہی ہو۔۔۔

مگر اس کی روح آزاد نہیں تھی۔

وہ ابھی بھی جسم کی قید میں ہی تھا۔ انسان بھی کتنا پاگل ہوتا ہے۔ یقین کر لیتا ہے کہ اسے کبھی رہائی نہیں ملے گی۔

NOVEL HUT

اس قید خانے جسے جسم کے نام سے انسان جانتا ہے، اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔یوں جیسے واپس جانا ہی نا ہو۔یوں جیسے یہ دنیا ہی سب کچھ ہو۔ اس سیراب کو ہی حقیقت مان لیتا ہے۔ کیوں وہ اپنے اصل سے بھاگتا ہے۔۔۔

عبدالرحمن نے اس وقت جان لیا کہ انسان کتنا ہی اپنے اصل سے بھاگ لے بالآخر وہ موت کے شکنجے میں آہی جاتا ہے۔۔۔

اذان کی آواز پر وہ چونکا اور پلٹ کر دروازے کو دیکھا جو اب بھی بند تھا۔ فجر ہو گئی تھی اور ہاجرہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔

یہ خیال آتے ہی وہ باہر کو بھاگا تھا۔ اس کا رخ ایجنسی کی طرف تھا۔۔۔

وہاں پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر چکا ہے۔ اسے دیر ہو گئی تھی۔ ایجنسی میں اس کے دوستوں نے اسے بتایا کہ انہوں نے ہاجرہ کو کرنل گیلانی کے ساتھ باہر جاتے دیکھا ہے۔

CONTACT THE AUTHOR

If you want to contact the author we will mention her

instagram here .

Novel-hut at your service

JazakAllah

NOVEL HUT

writer's instagram : shahnoor shabir